الھدیٰ (185)

سورۃ النساء (آیت 1)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ① ﴾

''لوگو! اپنے پروردگار کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا (یعنی آدم سے) اور اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا۔ پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر نگران ہے''۔

گفتگو کا آغاز معاشرتی مسائل سے ہو رہا ہے۔ اے لوگو! اپنے اس رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا یعنی آدمؑ سے اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔ یہ حضرت حوا ہیں۔ دونوں کی نوع ایک ہے مگر جنس الگ الگ ہیں۔ گویا آدم اور حوا کے جوڑے سے زمین میں کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پھیلا دیئے۔ بڑی appealing بات ہے کہ پوری نوعِ انسانی رشتہ اخوت میں منسلک ہے۔ یوں تمام انسانوں کو آپس کے رشتے کی قربت کا احساس دلاتے ہوئے کہا ہے کہ تم سب کے ''والدین'' تو ایک ہی ہیں یعنی آدم اور حوا۔ تو اس قُرب کو بُعد میں تبدیل کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ اپنے باہمی معاملات میں تقویٰ (خدا ترسی) کو پیش نظر رکھو اور ابنائے جنس کے ساتھ خالق دو جہاں کی ہدایات کے مطابق تعلقات استوار رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ انسان گھٹیا اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو بھول جائیں۔ اس ضمن میں دی گئی خدائی تعلیمات کو نظر انداز کرنا احکم الحاکمین کو ناراض کرنا ہوگا۔

یہاں ایک ہی آیت میں دوبارہ واتقوا اللّٰہ کے الفاظ آ رہے ہیں۔ گویا باہمی معاملات میں تقویٰ اختیار کرنا ہی صحیح طرزِ عمل ہے۔ اللہ وہ ہستی ہے کہ جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو۔ دنیا میں فقیر بھی مانگتا ہے تو اللہ کا واسطہ دیتا ہے۔ خانگی جھگڑے ہوں یا تمدنی معاملات' ہر موقعہ پر معاملہ نمٹانے کے لیے اللہ کی ذات کو درمیان میں لا کر خوف دلایا جاتا ہے۔ یہاں تقویٰ کی دوبارہ تلقین کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر خوف خدا پیش نظر رکھو گے تو باہمی جھگڑے اور تنازعات پیدا ہی نہ ہوں گے۔ اللہ کے احکام پر عمل کرو گے تو معاشرے کے مختلف طبقات کے حقوق معین ہو جائیں گے اور اُن کا تحفظ آسان ہو جائے گا۔ مرد اور عورت کے حقوق' آجر اور مستاجر کے حقوق' ربّ المال اور فقیر کے حقوق' مضاربت کے فریقین کے حقوق' کارخانہ دار اور مزدور کے حقوق' اگر ان کی پاسداری خوف خدا کے ساتھ کی جائے گی تو جھگڑے کیوں پیدا ہوں گے۔

پھر فرمایا کہ رحمی رشتہ داروں کا بھی لحاظ رکھو۔ رحمی رشتے بھائی' بہن تو والدہ پر جا کر ایک ہو گئے۔ پھر دادی کی اولاد کثیر ہوئی تو یہ تعداد پھیلتی گئی۔ ان رحمی رشتوں کو وسعت دیتے جائیں تو سب انسان مرد و عورت ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ لہٰذا سب ہی خوفِ خدا کے تحت حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ بہر حال الاقرب فالاقرب کا اصول تو پیش نظر رہے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔ یہ ہے تقویٰ کی روح۔ اگر انسان کو یہ خیال رہے کہ میں کسی کی نگرانی میں ہوں' کوئی میرے قول و فعل کو ہمہ وقت دیکھ رہا ہے تو پھر وہ عدل و انصاف اور راستی کا دامن کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ اس آیت کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ نکاح میں شامل کیا کیونکہ نکاح کا موقعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک مرد اور عورت رشتہ ازدواج میں منسلک ہو رہے ہوتے ہیں۔ انہیں اکٹھے زندگی گزارنی ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔ خالی قانون حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتا' قانون کو تو تختہ مشق بھی بنایا جا سکتا ہے' البتہ خوف خدا کا جذبہ انسان کو ظلم و زیادتی سے روک سکتا ہے۔ چنانچہ خطبہ نکاح میں یہ آیت شامل کی گئی کہ اس میں دو دفعہ اتقوا اللّٰہ کے الفاظ آ گئے ہیں کہ میاں بیوی باہمی حقوق کی ادائیگی میں اللہ کا خوف ضرور سامنے رکھیں۔

فرمانِ نبوی

ایمانِ کامل کی علامت

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ : ((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِیْمَانَ))

(ابو داؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اُس شخص کے ''کامل ایمان'' ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جس کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو اور جو مال خرچ کرنے اور نہ کرنے میں اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتا ہو''۔

مؤمن کی زندگی کا نصب العین ''اللہ کی رضا کا حصول ہے'' اسے نہ تو ستائش کی تمنا ہوتی ہے' نہ صلہ کی پروا' وہ کسی سے جڑتا ہے تو ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ کے دین کا مفاد اسی سے وابستہ ہے۔ وہ کسی سے کٹتا ہے تو اپنے وقار اور ذوق کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے لیے۔ وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کو خرچ کرنے میں اللہ کی رضا کو مقدم سمجھتا ہے۔ کتنا' کہاں اور کب خرچ کرنا ہے؟ اس معاملہ میں وہ اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے اور اس پابندی قانون میں (نمود و نمائش کے جذبے سے بے نیاز) محض اللہ کی رضا اس کا مطمح نظر ہوتی ہے۔ وہ اس کام پر اپنی جیب سے ایک پیسہ بھی صرف نہیں کرتا جس پر خرچ کرنے سے اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

شمارہ		جلد
شمارہ	12 تا 18 مئی 2005ء	جلد
17	3 تا 9 ربیع الثانی 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
☆.☆.☆
''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

آئینہ

آج امت محمدؐ پر حقیقتاً عجب وقت آن پڑا ہے۔ ہر اگلے روز کا سورج نئی ذلت و رسوائی نئے انداز میں تضحیک اور جگ ہنسائی لے کر طلوع ہوتا ہے۔ ہفتہ رفتہ کے اختتام اور ہفتہ رواں کے آغاز میں دو ایسے واقعات ہوئے ہیں بلکہ صحیح تر الفاظ میں مسلمانانِ پاکستان کے سینہ پر دو ایسے چرکے لگے ہیں کہ نوک قلم ایک حرف بھی اگلنے سے انکاری ہے۔ جی چاہتا ہے دشمنانِ اسلام نے جو سیاہی ہمارے چہرے پر تھوپی ہے اسے ہی قرطاس پر منتقل کر دیا جائے تاکہ رسم دنیا کے مطابق احتجاج بھی ہو جائے اور کرب سے نجات بھی حاصل ہو سکے جو اس داستان کو دہرانے سے دوچند ہو سکتی ہے۔ بہر حال اپنی ذمہ داری سے فرار چونکہ ہمارے لیے ممکن نہیں لہٰذا عرض کیے دیتے ہیں کہ وہ گوانتانامو بے جس کے پنجروں کی سلاخوں سے بندگانِ خدا کی چیخیں اور آہ و بکا دن رات ٹکراتی رہتی ہیں وہاں کی ایک لیٹرین میں قرآن حکیم کے صفحات بکھرے تھے اور شنید یہ ہے کہ اُس کے بعض صفحات کو فلش میں بہا دیا گیا۔ یہ خبر مسلمانوں پر ناگہانی آفت بن کر ٹوٹی اور جذبات میں ہلچل مچ گئی۔ مذمتی بیان سے اخبار سیاہ ہو گئے۔ قومی اسمبلی میں بھی چیخ و پکار ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ جس کلام کی مدح خود اللہ رب العزت کرتا ہے۔ جس کے بارے میں خود فرماتا ہے کہ کوئی نہیں چھو سکتا اسے سوائے پاکبازوں کے' اُس کی بے حرمتی پر زمین پھٹ کیوں نہ گئی آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا' یہ جگمگاتے چاند ستارے اندھے کیوں نہ ہو گئے اور بحر و بر ملیا میٹ کیوں نہ ہوئے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اُس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ وہ ڈھیل دیتا ہے اور خوب دیتا ہے تاکہ خبثِ باطن پوری شدت سے ظاہر ہو جائے۔ پھر ایسی شدید گرفت کرتا ہے جس سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہوتا۔ جذباتی کیفیت نارمل ہو جائے تو ایک اور بات سمجھنے والی ہے۔ مسلمانوں نے اپنی ساری اور کلی توجہ قرآن حکیم کی ظاہری حفاظت اور تکریم پر مرکوز کی ہوئی ہے۔ یقیناً قرآن کا یہ حق بھی مسلمانوں پر لازم ہے۔ مسلمان اسے پاک ہاتھوں سے پکڑتے ہیں اسے اونچی جگہ پر رکھتے ہیں۔ اسے ریشمی جزدان میں لپیٹتے ہیں۔ اسے چومتے ہیں اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ ہاتھ سے خدانخواستہ پھسل جائے تو صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ اللہ سے معافی کے خواستگار رہتے ہیں۔ لیکن قرآن کے احکامات پر عملدر آمد کرنے کو تیار نہیں' اس کے حرام اور حلال کے عملاً پابند نہیں ہوتے' اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس کے تابع کرنے سے گریزاں ہیں۔ قرآن پکار رہا ہے کہ حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے اور ہم نے اس عاجلہ اور اس کی زینت کو اپنے پاؤں کی زنجیر بنایا ہوا ہے۔ ان ہی معنوں میں حکیم الامت علامہ اقبال نے کہا تھا ''جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں''۔ وگرنہ کون نہیں جانتا کہ قرآن مسلمانوں کی کتاب ہے۔ اللہ رب العزت چاہتا ہے کہ قرآن کی عزت و تکریم بھی کی جائے اور اُسے اپنا امام بھی بنایا جائے۔ اس زاویہ سے دیکھا جائے تو مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی اس کتاب زندہ کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہمارے لیے یہ بھی سوچنے کا مقام ہے کہ غیروں کو اس کتاب مقدس کی بے حرمتی کی جرأت کیوں ہوئی۔ صرف اور صرف اس لیے کہ ہم ہر لحاظ سے ناتواں ہیں' ہم اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہم ان ہی دشمنوں کے سہارے کے محتاج ہیں۔ ہم بے بسی اور لاچاری کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ ہم بددعائیں دے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ ان بددعاؤں سے دشمن کی توپوں میں کیڑے ڈال دے۔ حالانکہ سنت ربانی یہ ہے کہ وہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جسے خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو۔

دوسری بری خبر یہ ہے کہ ایک امریکی اخبار نے ایک کارٹون شائع کیا ہے جس میں ایک کتا جس پر پاکستان لکھا ہوا ہے وہ ابو فراج کو ایک امریکی سپاہی کے قدموں میں ڈال رہا ہے اور امریکی سپاہی اُسے تھپکی دے کر کہہ رہا ہے کہ شاباش اب بن لادن کی طرف بڑھو۔ اہلیانِ پاکستان کو اس کارٹون سے شدید دھچکا لگا ہے اور ان میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اگرچہ اعلیٰ سطح کے بعض کالم نویس یہ دانشوری بگھار رہے ہیں کہ کتا صرف ہمارے نزدیک نجس جانور ہے' سفید چمڑی والے یورپی ہوں یا امریکی' اُن کے ہاں تو کتے کو بڑا اونچا مقام حاصل ہے وغیرہ۔ اصل سوال یہ ہے کہ اُس سے کام کیا لیا جا رہا ہے۔ جنرل مشرف نے یہ کارٹون دیکھ کر یقیناً غالب کا یہ مصرعہ گنگنایا ہوگا ''یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ اپنے گھر کو میں''۔ اس کارٹون پر بھی بہت بیان بازی ہو رہی ہے اور قومی اسمبلی نے بھی قرار دادِ مذمت پاس کی ہے۔ ہماری رائے میں اس کارٹونسٹ سے کوئی بڑا جرم سرزد نہیں ہوا۔ اُس نے تو محض ہمیں آئینہ دکھایا ہے۔ ہم اپنا داغدار چہرہ دیکھ کر برا کیوں منا رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم عزم کرتے کہ ہم اللہ اور رسول کے احکامات پر عمل کر کے اپنے چہرے کے داغ دھو ڈالیں گے۔ ہم اپنے مسائل کا حل اتباع رسولؐ میں ڈھونڈیں گے' ہم ایسے اقتدار پر لات ماریں گے جو جمعیت دینی میں کمی کا باعث بنے۔ ہم اُن مراعات اور سہولیات پر لعنت بھیجیں گے جو ہمارے لیے دین و دنیا کے خسارے کا باعث بنیں۔ آئیں ہم سب مل کر اور گلا پھاڑ کر کہیں' مسلمانو! ہمارے لیے ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ قرآن کو اپنا امام بنائیں اور سنت رسول کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں پھر کسی کو قرآن کی بے حرمتی کی جرأت نہیں ہوگی اس کے سوا تمام راستے ہمیں ضلالت اور گمراہی کی طرف دھکیل دیں گے۔

سید قاسم محمود

عصرِ حاضر

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی — اِس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر! — چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
مُردہ لادینیٔ افکار سے افرنگ میں عشق — عقل بے ربطیٔ افکار سے مشرق میں غلام

''ضربِ کلیم'' میں شامل' تین اشعار پر مشتمل اِس مختصر سی نظم میں علامہ اقبال نے موجودہ غیر اسلامی نظام ونصابِ تعلیم پر سخت تنقید کی ہے۔ یہ نظم سرسری مطالعے کی چیز نہیں ہے' بلکہ یہ گہرے غور وفکر کی متقاضی ہے:

(1) کہتے ہیں کہ مغرب نے جو نظام ونصابِ تعلیم معیّن کیا ہے' اُس کی وجہ سے افکار میں پختگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ پاکستان سے بہت سے طلبہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے امریکا اور یورپ جاتے ہیں' اور حصولِ تعلیم پر کئی کئی سال صرف کرتے ہیں' لیکن اُن کا علم محض معلومات سے آگے نہیں بڑھتا۔ مثلاً وہ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ ابن سینا کی فلاں کتاب کا قدیم ترین قلمی نسخہ کس لائبریری میں ہے اور کس سَن میں لکھا گیا تھا اور اُس کے صفحات کی تعداد کتنی ہے' لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ کتاب کس سن میں لکھا گیا ہے۔ طلبہ اِس کتاب پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لیتے ہیں' جبکہ انہوں نے اس کتاب کو دیکھا تک نہیں ہوتا۔ عصرِ حاضر کا تعلیمی ماحول بھی ایسا پست ہے کہ اس میں خیالات وافکار میں پختگی نہیں آسکتی۔

(2) جدید طرزِ تعلیم سے بے شک عقل اوہام پرستی کی قیود سے تو ضرور آزاد ہوجاتی ہے' مثلاً تعلیم یافتہ آدمی یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کرے گا کہ کرۂ ارض گائے کے سینگوں پر قائم ہے یا اٹلس اِسے اپنے کاندھے پر اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن مغربی تعلیم سے خیالات میں ربط اور ہم آہنگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا یہ حال ہے کہ اوّل تو یہ لوگ زندگی کے مسائل کے بارے میں کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتے' اور اگر انہوں نے واقعی کوئی ذاتی رائے قائم کر رکھی ہے تو وہ غیر مربوط ہوگی۔ مثلاً بعض لوگ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ میں ''نیشنلسٹ مسلمان ہوں''۔ اگر اُن کے خیالات میں ربط ہوتا تو وہ اِس قسم کا کلمہ زبان سے ادا نہ کرتے' اس لیے کہ نیشنلزم (قوم پرستی) اسلام کی ضد ہے۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ قومیت کی بنیاد مذہب پر ہے' جبکہ نیشنلزم کی تعلیم یہ ہے کہ قومیت کی بنیاد وطن پر ہے۔

اِس شعر میں اقبال نے جدید تہذیب کے تحت قائم ہونے والے کالجوں کی خرابی کا ذکر کیا ہے کہ اِن تعلیمی اداروں میں جو تعلیم دی جاتی ہے اور جو نصاب پڑھائے جاتے ہیں' اُن سے طلبہ کی عقل مادر پدر آزاد ہوجاتی ہے۔ وہ جذبہ اور وہ عشق جس سے خیالات میں ربط ونظم پیدا ہوتا ہے' طالب علم اُس سے بالکل نا آشنا ہوجاتا ہے۔

(3) انسان کی خودی اُس وقت درجۂ کمال کو پہنچتی ہے' جب وہ عشق اور عقل دونوں قوتوں کی' پہلو بہ پہلو صحیح تربیت کرے' لیکن جدید مغربی تعلیم کے اثرات کی وجہ سے آج دنیا کی حالت یہ ہے کہ مغربی اقوام کے افکار وخیالات لادینی اور مادّہ پرستی پر مبنی ہیں' اور اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ اُن کی قوتِ عشق مردہ ہوگئی ہے۔ واضح ہو کہ عشق سے مراد اللہ کی محبت ہے' اور جب اللہ پر ایمان ہی نہ ہو تو اُس سے محبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مغربی اقوام نے اللہ کی جگہ مادہ پرستی کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ روح کی بجائے جسم اور مادے کو معبود بنانے کا نتیجہ اس کے علاوہ اور کچھ ہو بھی نہیں سکتا کہ افکار وخیالات کی لادینی سے عشق کا جذبہ اور ایمان کی قوت مُردہ ہوجائے۔

مشرقی اقوام افکار وخیالات کی بے ربطی کے مرض میں مبتلا ہیں' اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ذہنی غلامی میں مبتلا ہوگئی ہیں' یعنی وہ زندگی کے ہر شعبے میں مغرب کی کورانہ تقلید کر رہی ہیں۔ مصر' شام' ترکی' عراق' ایران' پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک سب اِسی مرض میں مبتلا ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ کہ مغرب میں افکار کی لادینی سے عشق مُردہ ہوگیا ہے اور مشرق میں افکار کی بے ربطی کے سبب عقل مُردہ ہوگئی ہے' اور خودی کی زندگی عشق اور عقل دونوں پر موقوف ہے' اس لیے نہ مغربی اقوام کی خودی زندہ ہے' نہ مشرقی اقوام کی۔ گویا عصرِ حاضر میں ساری دنیا انسانیت اور اخلاق کے لحاظ سے مُردہ ہوچکی ہے۔ اسی خیال کو اقبال نے دوسری جگہ اس طرح پیش کیا ہے:

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری

نبی اکرم ﷺ کے انسانیت پر احسانات اور ہماری ذمہ داریاں

جامع مسجد گلزار قائد راولپنڈی میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 22 اپریل 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قرآن مجید میں نبی اکرم ﷺ کے مقام بلند کا ذکر متعدد مقامات پر ملتا ہے جن میں آپ ﷺ کی عظمت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ انہی میں سے ایک اہم مقام کا آج ہم مطالعہ کریں گے۔ سورۃ اعراف کی آیت نمبر 157,156 اور 158 میں نبی اکرم ﷺ کی عظمت کے حوالے سے اس پہلو کو اُجاگر کیا گیا کہ آپ ﷺ کس کس پہلو سے پوری نوعِ انسانی کے لئے رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کے انسانیت پر کیا کیا احسانات ہیں اور ہمیں آنحضور ﷺ کا امتی ہونے کا جو بلند مرتبہ اور شرف حاصل ہوا ہے اس حوالے سے ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ ہمیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں آپ ﷺ کے سچے امتی قرار پائیں۔ سورۃ اعراف کی آیت 156 میں حضرت موسیٰؑ کی ایک دعا نقل کی گئی جو آپؑ نے کوہ طور پر اپنی قوم کے لئے اس وقت مانگی تھی جب آپؑ بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستی کے شرک میں مبتلا ہونے پر ان کے لئے بخشش طلب کرنے گئے تھے۔ اس موقع پر قوم کے ستر سرکردہ افراد بھی آپؑ کے ہمراہ تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے وہاں اجتماعی استغفار کے ساتھ ساتھ جو دعائیں مانگی تھیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی ہے جسے قرآن نے یہاں نقل کیا ﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ﴾ "پروردگار ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائیاں لکھ دے اور آخرت میں بھی"۔ یعنی تیری جو رحمت خاص ہے وہ بس ہمارے لیے ہو جائے۔ یہ دعا تقریباً وہی ہے جو قرآن مجید میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے۔ ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ "کہ اے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائیاں اور حسنات عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر اور بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی مضمون کی دعا (اپنی قوم) بنی اسرائیل کے لئے کی تھی۔ اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ﴾ "(ہم نے تیری جناب میں توبہ کی) ہم نے تیری طرف رجوع کیا"۔ یعنی تو ہماری توبہ کو اور اس دعا کو قبول فرما لے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب بھی ساتھ ہی موصول ہو گیا۔ ﴿قَالَ عَذَابِيْ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۤءُ﴾ "فرمایا میں اپنا عذاب جس پر چاہتا ہوں مسلط کرتا ہوں"۔ یہ اللہ کا اختیار ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا ذکر اور مقامات پر ہے کہ کون اللہ کے عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔ ظاہر ہے وہ نافرمانوں، مجرموں اور گناہ گاروں کے لیے ہے۔ ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾: "اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے"۔ اللہ کی رحمت عام تو ہر ایک کے لیے ہے۔ وہ تو انسانوں کے لیے بھی ہے اور حیوانات کے لیے بھی ہے۔ چرند پرند کے لیے بھی ہے، نباتات کے لیے بھی ہے، سب عالم کے لیے ہے، وہ الرحمٰن ہے، الرحیم ہے۔ ﴿فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ کہ جو میری رحمت خاص ہے وہ میں مخصوص کر دوں گا، لکھ دوں گا، ان لوگوں کے لیے کہ جو تقویٰ اختیار کریں گے۔ یعنی اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنہیں آخرت کا خیال رہے گا۔ دنیا میں اپنی خواہشات کو لگام دے کر رکھیں گے کہ کہیں کوئی معصیت نہ ہو، اللہ کی نافرمانی نہ ہو، کہیں حرام میں قدم نہ پڑ جائے۔ یہ تقویٰ ہے جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ ﴿وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ اور زکوٰۃ بھی ادا کریں گے۔ یہاں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تقویٰ تو اللہ کا ہوتا ہے جبکہ زکوٰۃ دی جاتی ہے، مال خرچ کیا جاتا ہے خدمت خلق کے لئے، ضرورت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت پوری کرنی کے لیے۔ جو لوگ حقوق اللہ بھی پورا کریں گے اور حقوق العباد بھی پورا کریں گے وہ اللہ کی رحمت خاص کے حقدار ہوں گے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۝﴾ اور جو ہماری آیات پر، جو کلام ہم نے نازل کیا اس پر پورا ایمان اور یقین رکھیں گے۔ یہ بات تو ہر اس شخص کے لیے ہے جو نبیوں کی دعوت پر لبیک کہے اور نبیوں کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلے۔ لیکن اگلے الفاظ جو آ رہے ہیں وہ خاص نبی آخر الزمان ﷺ کی امت کے لئے ہیں۔ وہ رحمت خاص ان لوگوں کے لیے ہو گی۔ جن میں یہ اوصاف بھی ہوں گے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ﴾ وہ اتباع کریں گے نبی امی ﷺ کا۔ جو اس نبی ﷺ کے راستے پر چلنے والے اور ان کے ماننے والے ہوں گے، میری وہ رحمت خاص اصل میں اُن کے لیے ہے۔ اللہ کی نگاہ میں واقعتاً وہ متبعینِ رسولؐ کون ہیں، ان کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے، لیکن اس سے پہلے آنحضور ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کی شان کا ذکر ہے۔

فرمایا: ﴿الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ پہلی بات فرمائی کہ یہ رسولؐ کون ہیں، وہ کوئی عام شخص نہیں ہیں، بلکہ ان کا ذکر تم لکھا ہوا پاؤ گے تورات میں بھی اور انجیل میں بھی۔ نبی اکرم ﷺ وہ ہستی ہیں جن کی خبر دی گئی ہے تمام سابقہ آسمانی کتابوں میں۔ وہ نبی، وہ شخصیت، وہ حاصلِ کائنات، وہ رسول ﷺ کریں گے کیا: ﴿يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ سب سے پہلی بات یہ کہ وہ معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے۔

معروف ہر وہ شے ہے جسے فطرت انسانی پہچانتی ہے، قبول کرتی ہے۔ منکر وہ شے ہے جس سے فطرت انسانی کراہت محسوس کرتی ہے۔ یہ فطرت کیا ہے۔ فطرت وہ ہے جس کے بارے میں آنحضور ﷺ نے فرمایا: ((كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ)) ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ "وہ فطرت جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تخلیق فرمایا"۔ انسانی فطرت اگر محفوظ ہو تو اسے قلب سلیم کہا گیا۔ ایسا شخص چاہے بت کدوں کے اندر پیدا ہوا ہو، وہ کبھی بتوں کو تسلیم نہیں کرے گا، وہ کبھی بتوں کے آگے سجدہ نہیں کرے گا۔ مطلب یہ کہ ہر خیر کو قبول کرنا اور ہر شر سے کراہت انسان کی فطرت کے اندر موجود ہے۔ آنحضور ﷺ جو دین لے کر آئیں گے وہ فطرت کاملہ پر مشتمل ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ہر اس چیز کا حکم دیں جسے فطرت قبول کرتی ہے، جو اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے۔ ہر اس چیز سے منع کریں گے، روک دیں گے جس سے فطرت کراہت محسوس کرتی ہے جو اللہ کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں کہیے خیر و شر کا معیار آپ ﷺ کی شخصیت ہے۔ جس سے روک دیا یقیناً اس میں شر ہے۔ جس کا حکم دیا اسی میں سراسر خیر ہے، بھلائی ہے، وہی اللہ کو پسند ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے جان لیجئے کہ اگر کائنات کی کوئی عظیم ترین روشن خیال شخصیت ہو سکتی ہے جس کا قلب و ذہن اور

فکر و عمل نورانیت اور تابناکی کی آخری حدوں کو چھو رہا ہو تو وہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ چنانچہ جس چیز کا آپ ﷺ نے حکم دیا' جو راستہ آپ ﷺ نے دکھایا وہ ہے اصل میں روشن اور تابناک راستہ اور اس کے سوا جو کچھ تاریکی اور جہالت ہے۔ ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ کہ وہ ہر طیب اور پاکیزہ چیز کو حلال قرار دیں گے اور ہر ناپاک اور خبیث شے کو حرام قرار دیں گے' کچھ شرعی احکامات ہوتے ہیں' حرام و حلال سے متعلق اس کو بھی سمجھ لو کہ جس چیز کو انہوں نے حلال قرار دیا وہ سراسر طیب ہے وہ پاکیزہ ہے' اسی میں نفع ہے' اسی میں خیر ہے اور جس کو حرام قرار دیا وہ سراسر خبیث ہے' شر ہے۔ چونکہ وہ آخری نبی اور رسولؐ ہیں لہٰذا قیامت تک کے لیے وہ حتمی طور پر طے کریں گے کہ کیا چیز حرام ہے اور کیا حلال ہے۔ اس بارے میں نوع انسانی جس افراط و تفریط اور گمراہی کا شکار ہے' وہ نبی رحمت ﷺ اس گمراہی سے نوع انسانی کو نجات دلائیں گے۔

اگلا وصف ان الفاظ میں بیان فرمایا: ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ اور نوع انسانی کے کندھوں پر لدے ہوئے بوجھ اور ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے طوق سے انہیں نجات دلائیں گے۔ کون کون سے بوجھ نوع انسانی کے کندھوں پر تھے اور کون کون سے طوق نوع انسانی کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے جن سے آنحضور ﷺ نے عملاً نجات دلا دی تھی' ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ تاہم ان میں سے چند کا تذکرہ ضروری ہے۔

نوع انسانی اُس وقت صرف ایک ہی سیاسی نظام سے واقف تھی اور وہ تھا ملوکیت۔ یعنی ایک خاندان ہے جسے حق حاصل ہے حکومت کرنے اور قانون بنانے کا۔ وہ سیاہ کو سفید کہے' سفید کو سیاہ کہے' اس کی بات ماننی پڑے گی۔ باقی سب لوگ عملاً بادشاہ اور شاہی خاندان کے غلام ہیں' اس کے بنائے ہوئے قانون کے پابند ہیں۔ وہ جیسے چاہے استحصال کرے۔ جب آنحضور ﷺ کی بعثت ہوئی اُس وقت انسانی حقوق کا کوئی تصور موجود نہیں تھا بادشاہ اگر کسی پر ظلم کریں تو اس کے خلاف آواز اٹھانے کا بھی مظلوم کو حق حاصل نہیں تھا۔ لہٰذا یہ جو سیاسی غلامی کا طوق پوری نوع انسانی کی گردنوں میں پڑا ہوا تھا' لوگ بادشاہوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے' آنحضور ﷺ نے اس طوق سے نجات دلائی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایران کے سپہ سالار رستم نے مسلمان افواج سے پوچھا تھا کہ تم کیوں چڑھ کر آ گئے ہم پر' تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جواب دیا تھا: (انا قد ارسلنا لنخرج الناس من ظلمات الجهالة الى نور الايمان ومن جور الملوك الى عدل الاسلام)): ہم ایک مشن کے ساتھ آئے ہیں' بھول جاؤ وہ پرانی بات کہ لوٹ مار کے لئے کچھ قبائل آتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک مشن دیا ہے' جو کام اس سے پہلے رسول کرتے تھے وہ کام اب ہمارے ذمے ہے۔ یعنی لوگوں کو شرک اور کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کے نور سے متعارف کرائیں اور لوگوں کو بادشاہوں کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر اسلام کے نظام عدل کی چھتری تلے لے آئیں۔ صحابہ کرامؓ آنحضور ﷺ کے اس مشن کی تکمیل کے لیے جزیرہ نمائے عرب سے نکلے تھے۔ اسلام نے نوع انسانی کو بادشاہت کے ظلم و ستم سے نجات دلا کر کامل عدل اجتماعی سے متعارف کرایا۔ ہیومن رائٹس کے اعلیٰ ترین تحفظ کا نظام دورِ خلافت راشدہ میں پیش کر کے دکھایا اور "سید القوم خادمهم" کی عملی تصویر نوع انسانی کے سامنے پیش کی۔

ایک اور بہت بڑا طوق جو نوع انسانی کی گردن میں تھا کہ مخلوق اپنے خالق سے براہِ راست رابطہ نہیں کر سکتی۔ کچھ عیار لوگ' کچھ مفاد پرست لوگ مذہبی میدان میں بھی لوگوں کا اس طرح استحصال کرتے ہیں کہ یہ فلاں استھان ہے' فلاں بت کا مندر ہے' نذرانے پیش کرو' ہمیں خوش کرو تو تمہاری بات اللہ تک پہنچے گی۔ اگر گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو بھی تم ہمارے محتاج ہو۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس بدترین استحصالی نظام سے بھی نوع انسانی کو نجات دلائی۔ اور نوع انسانی کا رابطہ براہِ راست اللہ کے ساتھ جوڑ دیا۔ جیسے اقبال نے کہا تھا۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

افسوس یہی بگاڑ بعد میں اسلام میں آیا تو یہاں بھی ایک طبقہ خالق و مخلوق کے درمیان حائل ہو کر بیٹھ گیا اور پیر پرستی شروع ہو گئی ہے۔ اگرچہ تصوف کا میدان تو بڑا اونچا میدان تھا۔ وہ تو ایمان میں گہرائی کے حصول کا ایک راستہ تھا۔ لیکن تصوف کے نام پر ہمارے ہاں بھی کچھ ڈھونگی لوگوں نے لوگوں کا استحصال شروع کر دیا۔ بہرحال ایک سیاست کے نام پر استحصال تھا۔ دوسرا طبقہ مذہب کے نام پر استحصال کر رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس طوق سے بھی نجات دلائی۔ سورۂ بقرہ میں الفاظ ہیں کہ اے نبی (ﷺ) جب میرے بندے آپ ﷺ سے پوچھیں ﴿اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾ جب ان کی روح کچھ بیدار ہو' روزہ رکھنے کے نتیجے میں اور وہ اپنے رب سے براہِ راست ہم کلام ہونا چاہیں۔ تو آپ کہہ دیں' میں بالکل قریب ہوں۔ ﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۝﴾ میں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں' قبول کرتا ہوں' پکار کے تو دیکھو' کوئی بیچ میں نہیں' اللہ کو براہِ راست پکارو۔ اسی طرح اگر کسی سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ براہِ راست اللہ سے استغفار کرے' کسی پنڈت' کسی پروہت یا پادری کو نذرانہ دینے اور ذریعہ بنانے کی ضرورت نہیں' تم جب چاہو اپنے ربّ سے براہِ راست

پریس ریلیز

6 مئی 2005ء

پاکستانی حکمرانوں نے فوری فائدے کے پیش نظر اللہ کی بجائے امریکی غلامی کو ترجیح دے کر دنیا و آخرت میں خسارے کا سودا کیا ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالاسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لیے اللہ کی سُنت یہ ہے کہ اگر وہ آخرت کو سامنے رکھ کر چلیں تو آخرت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ انہیں بونس میں دنیا بھی عطا کر دیتا ہے۔ اُس کا وعدہ ہے کہ اے مسلمانو! تم ہی دنیا میں غالب اور سربلند ہو گے بشرطیکہ تم نے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کیا۔ لیکن اگر دنیا ان کی اوّلین ترجیح ہو تو پھر دنیا میں بھی ان کے لیے ذلت و رسوائی ہے اور شدید اندیشہ ہے کہ ان کی آخرت بھی تباہ ہو گی۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ طالبان کے معاملے میں یوٹرن لے کر ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور آج اسی کی سزا ہے کہ نہ مسئلہ کشمیر حل ہوتا نظر آ رہا ہے اور نہ ہی ہمارے ایٹمی اثاثے دشمن کی دست بُرد سے محفوظ ہیں۔ یہی نہیں بلکہ پاکستان میں لاقانونیت اور مہنگائی کا دور دورہ ہے۔ لوگوں کو انصاف مل رہا ہے نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، مجبور و بے کس لوگ آئے روز خودکشیاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ ان حالات میں پاکستان کو کسی بھی وقت ایک ناکام ریاست قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے سزا نہیں تو اور کیا ہے؟ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ افسوس ہم اب بھی سنبھلنے کو تیار نہیں اور ہمارا رُخ بدستور دنیا کی طرف ہے۔ چنانچہ صدر مشرف اور ان کے ساتھی نہ صرف دجالی تہذیب جو خالصتاً مادہ پرستانہ تہذیب ہے کو سپورٹ کر رہے ہیں بلکہ اس تہذیب کی مخالفت کرنے والے مخلص مسلمانوں کو ابلیس کے گماشتوں کے حوالے کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے اب بھی اللہ کی وفاداری اختیار نہ کی تو آخرت کی سزا کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اللہ کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

رابطہ کر سکتے ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے سماجی میدان میں معاشرتی رسومات کے بوجھوں سے بھی انسانیت کو نجات دلائی۔ کچھ سوشل کسٹمز اور رسومات ایسی بن جاتی ہیں جن کے بوجھ تلے معاشرے کا ایک بہت بڑا طبقہ پس کر رہ جاتا ہے۔ یہ رسومات زیادہ تر شادی بیاہ اور مرگ کے حوالے سے ہوتی ہیں۔ ان رسومات کے حوالے سے معاشرے کے امیر طبقات کو دولت کے اظہار کا موقع ملتا ہے لیکن متوسط طبقے کے لوگ اور غریب محنت کش عوام بدترین معاشی شکنجے میں جکڑے جاتے ہیں۔ کسی قریبی عزیز کا انتقال ہو جائے تو ان لوگوں کو برادری کے خوف سے ان تمام رسومات کو پورا کرنے کے لیے جو جتن کرنے پڑتے ہیں اس کے سبب ان کا بال بال قرض میں جکڑا جاتا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کا معاملہ بھی انسان کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کو اتنا مشکل اور بھاری بنا دیا گیا ہے کہ بہت سی بچیاں بن بیاہے بوڑھی ہو جاتی ہیں۔ یہ معاشرتی رسومات انسانوں کے ایک بڑے طبقہ کے لیے عذاب بن جاتی ہیں۔ وہ قرض کے بھاری بوجھ تلے دب جاتے ہیں' یا پھر حرام میں منہ مارنے پر مجبور ہوتے ہیں' اور اسی پریشانی میں بہت سے لوگ خودکشی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے اس عذاب سے نجات دلائی۔ شادی کی رسومات ہوں یا مرگ کی' آنحضور ﷺ نے انہیں اتنا سادہ' سہل اور فطرت کے مطابق بنا دیا کہ کسی غریب پر خرج کا بوجھ نہیں آتا۔ اس معنی میں آپ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ہیں۔ یہ حضور ﷺ کی وہ شانیں ہیں جن کا ذکر یہاں پر آیا ہے۔ اس کے بعد آج والی آیات میں مجھ سے اور آپ سے گفتگو ہے۔ اتنی عظمت والے نبیؐ کے سچے امتی کون ہیں۔ اس کا معیار اللہ نے کیا مقرر کیا ہے۔ وہ اگلے الفاظ میں آیا۔ (جاری ہے)

(مرتب: فرقان دانش خان)

دعائے مغفرت

☆ ملتزم رفیق جناب مختار احمد سابقہ معتمد (حلقہ پنجاب غربی) طویل علالت کے بعد 2 اپریل 2005ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

☆ نقیب اسرہ ملتزم رفیق حکیم محمد سعید کی والدہ محترمہ 24 مارچ 2005ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا چکی ہیں۔

☆ مبتدی رفیق چودھری سردار علی 24 مارچ 2005ء کو قضائے الٰہی سے وفات پا چکے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

پریس ریلیز

9 مئی 2005ء

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے گوانتانا موبے میں قرآن حکیم کی بے حرمتی پر اظہار تشویش کرتے ہوئے کہا کہ اس واقع سے نام نہاد روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے جھوٹے دعوے داروں کا اصلی چہرہ بے نقاب ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ 9/11 کے فوراً بعد جارج بش نے کھلم کھلا کروسیڈ کا اعلان کر کے اسے مذہبی جنگ قرار دے دیا تھا لیکن ہمارے حکمران جو اقتدار کی ہوس میں اندھے ہو چکے ہیں وہ حقیقی دشمن سے نبرد آزما ہونے کی بجائے اپنوں کی گردنیں مارنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے اخبارات پاکستان کے بارے میں انتہائی توہین آمیز کارٹون بنا رہے ہیں۔ ہم نے خود امریکہ کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے کہ کارٹونسٹ سے شکایت اور امریکہ سے احتجاج کس منہ سے کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے ننگ دین اور ننگ ملت حکمران ہمیشہ بدترین انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ قرآن حکیم کی بے حرمتی کے واقع پر عالم اسلام متحد ہو کر امریکہ سے احتجاج کرے اور اگر وہ اس گھٹیا حرکت پر معافی کا طالب نہ ہو تو اس سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ اور آئندہ امریکہ کی بجائے عملی طور پر اپنے رب اور اس کے کلام سے سچی وفاداری اور رسول اللہ ﷺ سے وفا کو اپنا شعار بنایا جائے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

یا الٰہی! پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے

آغا حشر کاشمیری

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو ہٹ جاؤ' دے دو راہ جانے کے لیے
اے دُعا' ہاں عرض کر' عرشِ الٰہی تھام کے
یا الٰہی! پھیر دے رُخ گردشِ ایام کے
ڈھونڈتے ہیں ہم مداوا' سوزشِ غم کے لیے
کر رہے ہیں زخم دِل فریاد' مرہم کے لیے
صلح تھی کل جن سے اب وہ برسرِ پیکار ہیں
وقت اور تقدیر دونوں درپئے آزار ہیں
خلق کے راندے ہوئے' دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر' ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں' بدکار ہیں' ڈوبے ہوئے ذلّت میں ہیں
کچھ بھی ہیں' لیکن تیرے محبوب کی اُمت میں ہیں
حق پرستوں کی اگر کی تُو نے دل جُوئی نہیں
طعنہ دیں گے بُت کہ مُسلم کا خدا کوئی نہیں

اظہار رنج وغم کے آداب

محمد اکبر خان

دنیا کی زندگی میں کوئی بھی انسان رنج وغم، مصیبت و تکلیف، آفت و ناکامی اور نقصان سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا البتہ مومن اور کافر کے انداز فکر اور طرزِ عمل میں ایسے مواقع پر ایک نمایاں فرق ہوتا ہے۔ کافر رنج وغم کے ہجوم میں پریشان ہو کر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے اور مایوسی کا شکار ہو کر ہاتھ پیر چھوڑ دیتا ہے اور بعض اوقات غم کی تاب نہ لا کر خودکشی بھی کر لیتا ہے' اس کے مقابلہ میں مومن بڑے سے بڑے حادثہ کے موقع پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا' اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا تقدیر الٰہی کے مطابق ہوا' اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام اور حکم حکمت سے خالی نہیں' یقیناً اس میں بھی میرے لئے کوئی خیر اور بہتری کا پہلو ہوگا۔ یہ عقیدہ مومن کو ایسا روحانی سکون واطمینان بخشتا ہے کہ اس کو ہر مشکل آسان لگنے لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۝﴾ (الحدید:22-23)

"کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے تا کہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہو اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا"۔

اس طرح مومن بڑے سے بڑے سانحے کو بھی قضا وقدر کا فیصلہ سمجھ کر اپنے غم کا علاج پالیتا ہے اور پریشان نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر معاملے کی نسبت اپنے مہربان اللہ کی طرف کر کے خیر اور اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے' نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "مومن کا معاملہ بھی خوب ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے خیر ہی سمیٹتا ہے' اگر وہ دکھ بیماری اور تنگ دستی سے دوچار ہوتا ہے تو اسے سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور یہ آزمائش اس کے حق میں خیر ثابت ہوتی ہے اور اگر اس کو خوشی وخوشحالی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ خوشحالی اس کے لئے خیر کا سبب بنتی ہے"۔ (مسلم)

کسی حادثہ یا تکلیف پر اظہار غم ایک فطری امر ہے البتہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے کہ غم واندوہ کی شدت میں بھی کوئی ناحق بات زبان سے نہ نکلے اور صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے ایسے تکلیف دہ موقع پر یہ فوراً یہ آیت پڑھنی چاہئے انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) (البقرہ:156)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جب کوئی بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونے پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور فرما دیتا ہے اور اس کو اچھے انجام سے نوازتا ہے اور اس کو اس کی کوئی پسندیدہ چیز اس کے بدلے میں عطا فرماتا ہے"۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے پڑھا "انا للہ وانا الیہ راجعون" کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا چراغ کا بجھنا بھی کوئی مصیبت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! جس بات سے بھی مومن کو کوئی تکلیف پہنچے وہ مصیبت ہے"۔

مصائب کے نزول اور غم کے ہجوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور نماز پڑھ کر عاجزی کے ساتھ اس کے حضور دعا کرنی چاہئے' قرآن کریم میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (البقرۃ:155)

"اے ایمان والو! (مصائب اور آزمائش میں) صبر اور نماز سے مدد لو"۔

کسی عزیز کی موت پر شدت غم سے فطری انداز میں آنسو نکل پڑنا برا نہیں لیکن زور زور سے چیخنا چلانا' بین کرنا' گالوں پر طمانچے مارنا' سینہ کوبی کرنا' گریبان پھاڑنا کسی طرح جائز نہیں۔ عرب میں فخر وغرور اور جہالت کی وجہ سے تعزیت اور ماتم کی عجیب عجیب رسمیں رواج پا گئی تھیں اُن کا خیال یہ تھا کہ مرنے والا جس شان کا ہو۔ اس شان سے اس کا ماتم ہونا چاہئے چنانچہ بڑے بڑے سردار جب مرتے تو وصیت کر جاتے کہ ان کا ماتم ان کی شان کے موافق کیا جائے چنانچہ منہ پر تھپڑ مارنا' چھاتی کوٹنا' گریبان پھاڑنا اور سر کے بال کھول دینا یہ عام رسم تھی۔ نبی ﷺ نے رسموں سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص گریبان پھاڑتا اور گالوں پر طمانچے مارتا اور جاہلیت کی طرح چیختا' چلاتا اور بین کرتا ہے وہ میری امت میں سے نہیں یعنی یہ میری امت کے کام نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ نے جب وفات پائی تو شدت غم سے آپ ﷺ کے آنسو نکل آئے اور فرمایا: "ابراہیمؓ ہم تمہاری جدائی سے مغموم ہیں لیکن زبان سے پھر بھی وہی نکلے گا جو پروردگار کی مرضی ہے"۔

کسی کی موت پر سوگ منانے کی مدت نبی ﷺ نے تین دن تک مقرر فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے "کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے' البتہ بیوہ کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے' اس مدت میں نہ کوئی رنگین کپڑا پہنے' نہ خوشبو لگائے اور نہ کوئی بناؤ سنگھار کرے"۔ (ترمذی)

حضرت زینبؓ بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے روز تعزیت کیلئے کچھ خواتین ان کے یہاں پہنچیں اُنہوں نے سب کے سامنے خوشبو لگائی اور فرمایا مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی کوئی حاجت نہیں تھی میں نے یہ خوشبو اس لیے لگائی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سُنا ہے کہ کسی مسلمان خاتون کو اپنے شوہر کے سوا کسی بھی عزیز کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔

دکھ درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا اور رنج وغم میں شرکت کر کے ایک دوسرے کا غم غلط کرنے میں ہر ممکن تعاون کرنا اسلامی برادری کے باہمی حقوق میں شامل ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کے جسم کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ بھی دُکھے تو سارا دن دُکھ محسوس کرتا ہے۔ اور اگر سر میں درد ہو تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے"۔ (مسلم)

رنج وغم اور مصیبت میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنی چاہئے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا خود مصیبت زدہ کو ملے گا"۔ (ترمذی)

کسی مسلمان کے نماز جنازہ میں شرکت کرنا بھی اہل ایمان کے باہمی حقوق میں شامل ہے اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص کسی مسلمان بھائی کے جنازے میں شریک ہوا اور جنازے کی نماز پڑھی تو اس کو ایک قیراط بھر ثواب ملے گا اور نماز جنازہ کے بعد اس کی تدفین میں بھی شریک ہوا تو اس کو دو

قیراط ملیں گے کسی نے پوچھا دو قیراط کتنے بڑے ہونگے۔ فرمایا: دو پہاڑوں کے برابر۔ (بخاری)

بیماری یا کوئی اذیت بعض اوقات انسان کے لیے بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے ایسی حالت میں بیماری کو بُرا کہنا یا حرف شکایت زبان پر لانا مناسب نہیں بلکہ ایسے وقت میں نہایت صبر وضبط سے کام لینا چاہیے اور اجر آخرت کی تمنا رکھنی چاہیے آپ ﷺ کا ارشاد ہے "مومن کو جسمانی اذیت یا بیماری یا کسی اور وجہ سے جو بھی دُکھ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے۔ جیسے درخت اپنے پتوں جھاڑ دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بیماروں کی عیادت کی بھی خصوصی تاکید فرمائی ہے اور اس کے آداب بھی بتائے ہیں اور اس کی دعائیں بھی سکھائی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے "جو کسی مسلمان کے غم کو ہلکا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے غم کو ہلکا کرے گا نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرے"

رنج وغم کی شدت اور پریشانی واضطراب کی حالت میں دعا مومن کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے دعا کو مومن کا ہتھیار فرمایا ہے۔ ذیل میں چند مسنون دعائیں نقل کی جاتی ہیں۔

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (الانبیاء: 87) "تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تو بے عیب و پاک ہے میں ہی اپنے اوپر ظلم ڈھانے والا ہوں"

حضرت سعدؓ بن وقاص کہتے ہیں کہ جو مسلمان بھی اپنی کسی تنگی یا تکلیف میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبولیت بخشتا ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ "گناہ سے باز رہنے کی قوت اور عمل صالح کی توفیق کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی دینے والا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں سوائے اس کی ذات کے"۔ حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دعا ہے اور سب سے کم بات یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا رنج وغم سے محفوظ رہتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِيْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا (ترمذی) "اللہ کا شکر جس نے مجھے اس مصیبت سے بچائے رکھا جس میں تم مبتلا ہو اور اپنی بہت سی مخلوقات پر مجھے فضیلت بخشی" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے بھی کسی کو کسی مصیبت میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا مانگی (انشاء اللہ) وہ خود اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ (بخاری) "اے اللہ! جب تک میرے حق میں زندہ رہنا بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے حق میں میری موت ہی بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔

اگر کبھی خدانخواستہ مصائب وآلام اس طرح گھیر لیں کہ آدمی کے لیے زندگی دشوار ہو جائے اور زندگی وبال معلوم ہونے لگے تب بھی کبھی موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے اور نہ کبھی خودکشی کی شرمناک حرکت کا تصور کرنا چاہیے۔ یہ بزدلی بھی ہے بدترین خیانت بھی اور معصیت بھی ایسے اضطراب اور بے چینی کے عالم میں برابر مذکورہ بالا دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

(بشکریہ: دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)

خیال دوست　　　　قرۃ العین

گاڑی کی صفائی

میرے پاس ایک گاڑی ہے۔ جو میں نے حال ہی میں خریدی ہے میں اس کو صبح وشام چمکا کر رکھتا ہوں۔ ذراسی گرد دیکھتا ہوں تو فوراً اُسے دور کر دیتا ہوں۔ اس کے ٹائروں میں ہوا اس کے تیل پانی کو وقت پر تبدیل کرنے کی فکر سے میں کبھی غافل نہیں رہتا۔ اگر کبھی گاڑی کے انجن میں سے کوئی نامانوس آواز سنتا ہوں تو فوراً مکینک کے پاس حاضری دیتا ہوں اور اس کا معائنہ کرواتا ہوں اور جب تک تسلی نہیں ہو جاتی ورکشاپ سے نہیں جاتا خواہ کئی گھنٹے لگ جائیں۔ اس گاڑی کو چکا دمکا کر رکھنے اور اس کی دیگر ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مجھے کوئی آمادہ نہیں کرتا بلکہ میں خود اس کا خیال رکھتا ہوں کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔

لیکن عجیب بات ہے کہ کبھی میں نے اپنے باطن پر غور نہیں کیا جو اکثر گناہوں کی گرد سے اٹا رہتا ہے۔ اس کے اندر ایک روح ہے جو امر ربی ہے جس کی طرف سے میں نے ہمیشہ بے توجہی برتی ہے۔ قرآن جو اس کی غذا ہے کو عرصہ ہوا میں نے ریشمی جزدان میں لپیٹ کر اپنے کمرے کی الماری کے سب سے اوپر کے خانے میں رکھا ہوا ہے جہاں تک گھر کے کسی فرد کی رسائی نہیں ہے کیونکہ جو چیزیں اُن کی پہنچ میں ہیں اُنہیں اُسی سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ ہاں البتہ سال میں ایک بار رمضان کے مہینے میں ہم اس کو اتارتے ہیں گرد جھاڑتے ہیں' تین بار چومتے ہیں' دائیں اور بائیں آنکھوں سے لگا کر صلیب کی طرح کا نشان بناتے ہیں۔ پھر پورے سال کا کوٹہ 220 الفاظ فی منٹ کی رفتار سے پڑھ کر پورا کرتے ہیں ہماری روح بے چاری پھر بھی نحیف وناتواں ہی رہتی ہے۔ کیونکہ تیز رفتار تلاوت جسم پر جلدی جلدی ڈالے گئے پانی کی مانند ہے۔ جس سے اس کو ٹھنڈک تو ضرور ملتی ہے لیکن اس کی پیاس برقرار رہتی ہے کیونکہ پانی کو جب تک منہ سے لگا کر پیا نہ جائے اس وقت تک پیاس کیسے بجھے گی۔

اسی طرح قرآن کو جب تک فہم وتدبر کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر نہ پڑھا جائے وہ روح پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اگر کبھی میں نے گاڑی کے انجن کی طرح اپنے ضمیر کی طرف سے آنے والی آواز پر کان دھرے ہوتے تو شاید میرا ضمیر' میری روح توانا اور تندرست ہوتے لیکن افسوس کہ میں ایک بے جان اور عارضی شے کی دیکھ بھال میں تو لگا رہا اور اپنے آپ سے غافل ہو گیا۔ ابھی بھی وقت ہے اگر میں اپنے ضمیر کی آواز سن لوں اور خود کو دینی اجتماعیت کی ورکشاپ میں لے جا کر سمع وطاعت کے تقاضوں کو پورا کروں خواہ اس کے لیے مجھے کتنا ہی وقت دینا پڑے۔ تو اُمید ہے کہ خودی کی یہ گاڑی صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے گی اور اللہ کی رضا کو حاصل کرتے ہوئے جنت کے دروازے پر جا کر رُکے گی اور یہ نوید جانفزا سنے گی کہ **"داخل ہو جا میرے نیک بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں"۔**

دنیا قید خانہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے بہشت ہے"۔ (رواہ مسلم)

ایمان لانے سے لازم آتا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی میں ان تمام پابندیوں کو اپنے اوپر لازم کر لے جو خدا اور رسول ﷺ نے اس پر عائد کی ہیں۔ حرام خوری' ظلم' رشوت' بددیانتی' بدکاری' بے حیائی' جھوٹ' دھوکہ بازی' ایذاء رسانی' لوٹ کھسوٹ' قتل وغارت گری اور ڈاکہ زنی سے پرہیز کرے اور ان اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرے جنہیں خدا کی شریعت نے اپنانے کا حکم دیا ہے ایسی بااصول اور پابندِ احکام زندگی کو "قید خانہ" سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ مؤمن دنیا میں بے لگام زندگی بسر نہیں کرتا۔ ہر کام کرنے سے پہلے اسے سوچنا پڑتا ہے کہ اس سے اس کا آقا تو ناراض نہ ہوگا؟ اس کے برعکس کافر کا ذہن اور کردار ان تمام پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ اس کے ہاں نہ تو آخرت کی زندگی کا کوئی تصور ہے اور نہ خالق کے سامنے جوابدہی کا کوئی احساس ہے' چنانچہ وہ حرام وحلال اور جائز وناجائز کی تمیز کئے بغیر لذتِ نفسانی کے سامان اور اپنی بے لگام خواہشات کی تکمیل کرتا چلا جاتا ہے اسی کو "جنت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(انتخاب: فرید اللہ مروت)

انڈونیشیا کی دینی جماعتیں

سید قاسم محمود

شرکتِ اسلام اور جمعیۃ المحمدیہ کے بعد انڈونیشیا میں کئی دینی جماعتیں قائم ہوئیں' جن کا مقصد احیائے اسلام کے علاوہ مسلمانوں کی دینی اصلاح اور شعائرِ اسلامی کا تحفظ تھا۔ ان میں سے بعض جماعتیں کسی ایسے دینی مسئلے کی پیدا کردہ تھیں جس کو اُس خاص وقت میں بڑی اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ یہ جماعتیں زیادہ تر ملک کے ممتاز علمائے دین کی قائم کردہ تھیں اور علماء کے علاوہ انہیں بعض سیاسی رہنماؤں کی تائید وحمایت بھی حاصل تھی۔ اس لیے انہوں نے کافی اہمیت اختیار کرلی اور عوام میں خاصی مقبول ہوگئیں' لیکن بیشتر دینی جماعتوں کی عمر بہت مختصر تھی۔

نہضتہ العلماء

ان دینی جماعتوں میں سب سے اہم نہضۃ العلماء ہے۔ یہ جماعت 1926ء میں قائم کی گئی۔ اس کے بانی شیخ عبدالوہاب تھے۔ یہ جماعت اس لیے قائم کی گئی تھی کہ انڈونیشیا کے بیشتر علماء تجدید پسندوں کے خیالات سے اختلاف رکھتے تھے' اور شافعی فقہ کی برتری قائم رکھنے کے حامی تھے۔ یہ جماعت دراصل شافعی علماء کی جماعت تھی اور چونکہ انڈونیشیا میں مسلمانوں کی بڑی اکثریت شافعی ہے' اس لیے یہ جماعت بہت بااثر ہوگئی۔ عوام اس کا احترام کرنے لگے۔ مختلف جزائر میں اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔

یہ جماعت تعلیم کی اشاعت اور اسلام کی تبلیغ کی حد تک جمعیۃ المحمدیہ سے متفق تھی۔ لیکن دینی اور معاشرتی اصلاح کے مسئلے پر دونوں میں شدید اختلاف تھا' جو بڑھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ حصولِ آزادی کے بعد اس اختلاف نے شدید کشمکش اور عداوت کی شکل اختیار کرلی۔ اپنے مقاصد کے تحت "نہضۃ العلماء" نے اسلامی قانون (شریعت) نافذ کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ جماعت کمیونسٹوں کے الحاد کی بنا پر ان کی شدید مخالف بن گئی' لیکن آزادی کے بعد جب اس نے دین سے زیادہ سیاست میں عملی حصہ لینا شروع کیا تو اس کے رہنماؤں میں تضادِ خیالی پیدا ہوئی' پیروکاروں میں ذہنی انتشار پیدا ہوا' اور یوں یہ جماعت اپنے دینی مقاصد سے ہٹ کر ایک سیاسی جماعت بن گئی' اور اس کے چاہنے والوں کی تعداد میں بتدریج کمی ہوتی گئی۔

جمعیت العلماء

اس جماعت کے بانی انڈونیشیا کے ایک اور ممتاز عالم دین حاجی عبدالحلیم تھے۔ یہ جماعت بھی دینی مقاصد کے تحت قائم کی گئی تھی اور اس نے بھی اسلامی شعائر کا تحفظ اور اسلامی قوانین کے نفاذ کو اپنا مقصد قرار دیا۔

مجلس خلافت

پہلی جنگ عظیم کے بعد مسئلہ خلافت نے انڈونیشیا کے مسلمانوں کو بھی مضطرب اور بے چین کردیا' اور وہ خلافت کی بحالی کی حمایت کرنے لگے۔ اس تحریک میں حاجی عمر سعید' شرکتِ اسلام اور جمعیۃ المحمدیہ کے رہنما اور انڈونیشیا کے علماء نمایاں حصہ لے رہے تھے' اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے مرکزی مجلسِ خلافت اور دوسری جماعتوں سے مسلم رہنماؤں میں اتحاد و اتفاق کو ضروری خیال کیا گیا۔ چنانچہ 1922ء میں مغربی جاوا میں ایک اور دینی تنظیم "لجنۃ الخلافت المرکزیہ" کے نام سے قائم ہوئی' جس کا مقصد یہ تھا کہ انڈونیشیا کے مسلم زعما کو متحد کرکے اُن میں مرکزیت پیدا کی جائے' تاکہ مسلمانوں کے مفادات کا موثر طور پر تحفظ کیا جاسکے اور بین الاسلامی اتحاد کو ترقی دینے کی عملی تدبیریں اختیار کی جاسکیں۔

مؤتمر اسلامی شرق الہند

خلافت کے مسئلے نے انڈونیشی مسلمانوں میں بین الاسلامی اتحاد کا شدید جذبہ بیدار کردیا تھا' اور اُن کے وہ رہنما جو دنیائے اسلام کی تجدیدی تحریکوں سے بہت متاثر تھے' "شرکتِ اسلام" کی سرکردگی میں انڈونیشیا کی تمام اسلامی تنظیموں' جماعتوں اور اُن کے رہنماؤں کو متحد کرکے بین الاسلامی تحریک کو فروغ دینے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے عملی تجاویز مرتب کیں اور جب مکہ معظمہ میں مؤتمر اسلامی منعقد ہوئی تو اس میں انڈونیشی وفد بھی' حاجی عمر سعید کی قیادت میں شریک ہوا اور اسلامی ممالک کے زعماء سے تبادلۂ خیال کرکے بین الاسلامی اتحاد کو تقویت دینے کی تدابیر اختیار کیں۔ چنانچہ یہ وفد جب انڈونیشیا واپس آیا تو "لجنۃ الخلافت المرکزیہ" کا نام بدل کر "مؤتمر اسلامی شرق الہند" رکھا گیا' اور یہ تنظیم مکہ معظمہ کی "مؤتمر اسلامی" کی شاخ قرار دی گئی۔ 1926ء سے 1937ء تک یہ جماعت اسی نام اور حیثیت سے کام کرتی رہی۔ اس کے بعد "جمعیۃ المحمدیہ" اور "نہضۃ العلماء" کے رہنماؤں نے اس کو ایک نئی اسلامی تنظیم کی شکل دی اور اس کا نام "انڈونیشی مجلس اسلامی" رکھا گیا۔

جمعیت اتحاد اسلامی

بین الاسلامی اتحاد کو فروغ دینے اور انڈونیشی مسلمانوں کے مسائل کو متحدہ طور پر حل کرنے کی غرض سے اُسی زمانے میں ایک اور اسلامی تنظیم "جمعیت الاتحاد الاسلامی" کے نام سے قائم ہوئی' جس کے رہنما انڈونیشیا کے مشہور عالم دین حاجی احمد سنوسی تھے' اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ تنظیم ایک بااثر جماعت بن گئی۔

ان سب جماعتوں کے مرکز جاوا میں تھے اور ان کی شاخیں دوسرے جزائر میں بھی قائم کی گئی تھیں۔ ان کے علاوہ کئی جزیروں' بالخصوص سماترا' بورنیو اور سلاویسی میں بھی ایسی متعدد دینی جماعتیں قائم کی گئیں' جن کا دائرۂ عمل صرف ان ہی جزائر تک محدود تھا۔ یہ سب جماعتیں اپنے اپنے انداز میں کام کرتی تھیں' اور ان کی سرگرمیوں کے مراکز الگ الگ تھے' لیکن یہ سب بڑی جماعت "شرکتِ اسلام" سے تعاون کرتی تھیں۔ ایک چیز ان سب جماعتوں میں مشترک تھی' یعنی اسلامی شعائر کا تحفظ' اسلامی تعلیمات کی اشاعت' اسلامی نظامِ حیات کی تجدید اور اسلامی قانون کا نفاذ' مقاصد کی اسی یکسانی اور وحدت نے اس دور کی اسلامی تنظیموں میں ہم آہنگی پیدا کردی تھی۔

جاپانی دور میں اسلامی تحریک

دوسری جنگ عظیم کے دوران میں 1942ء کے آغاز میں جاپان نے انڈونیشیا پر قبضہ کرلیا اور تمام سیاسی جماعتیں ختم کردی گئیں۔ چنانچہ "شرکتِ اسلام" اور "پارٹی اسلام" کو جو سب سے بڑی اسلامی جماعتیں تھیں' اپنی اپنی سرگرمیاں فوراً بند کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسلامی تنظیموں میں سے صرف دو جماعتیں محمدیہ اور نہضۃ باقی رہ گئیں' کیونکہ یہ تعلیمی اور دینی جماعتیں تھیں' اور سیاست سے ان کو کوئی سروکار نہ تھا' لیکن بدلے ہوئے حالات میں ان کی سرگرمیاں بھی سرد پڑ گئیں۔ یہ وقت اسلامی تحریک کے لیے بہت نازک تھا۔ سوکیان' ابی کسو' امر اللہ' شمس الدین' کیائی منصور اور دوسرے مسلمان رہنما یہ کوشش کرنے لگے کہ مسلمان منظم و متحد رہیں' اور خاموشی سے اپنے دینی' ملی و قومی مفاد کے تحفظ وترقی کے لیے مناسب طریقے پر کام کرتے رہیں۔

جاپانی اپنے سیاسی اور جنگی مقاصد کے لیے مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا چاہتے تھے' جن میں اپنے دین اور اپنے رسولؐ سے وابستگی کا جذبہ بہت شدید تھا' چنانچہ حکومت اور مسلمانوں میں ربط قائم کرنے کے لیے مذہبی امور کا محکمہ قائم کیا گیا۔ علماء کی عزت افزائی کی گئی۔ دینی تربیت گاہیں قائم کر کے اسلامی احکام و تعلیمات کی اشاعت کی جانے لگی۔ اسلامی مدارس کو منظم کر کے ان کا وفاق بنایا گیا۔ اسلامی کتب خانے کھولے گئے۔ عربی اور دینیات کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا گیا۔ اور جامعہ الازہر کے نمونے کی ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے منصوبے کا اعلان ہوا۔ اس طرح اسلامی تحریک پھر ترقی کرنے لگی۔

جاپانیوں نے بہت جلد یہ محسوس کر لیا تھا کہ وہ اسلامی تحریک کو ترقی دے کر ہی مسلم عوام کی تائید حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مئی 1942ء میں ''مجلس اعلیٰ اسلام انڈونیشیا'' کے نام سے ایک مرکزی وفاقی تنظیم قائم کی گئی' جس میں جاوا اور ماورا کی 46 اسلامی تنظیموں اور اداروں نے شرکت کی' لیکن جمعیۃ المحمدیہ اور نہضۃ العلماء دونوں سے الگ رہیں۔ دینی عقائد کو زیادہ مستحکم بنانا' مطالب قرآن کی تشریح کرنا' عوام کی فلاح و ترقی اور خوشحالی کے لیے کام کرنا' اور عظیم تر ایشیا کے جاپانی منصوبے کی ترقی و تکمیل کے لیے مسلمانوں کی ثقافتی' معاشی اور مذہبی زندگی کو بہتر بنانا اس تنظیم کے خاص مقاصد قرار دیے گئے۔

اگست 1943ء میں جاپانیوں نے انڈونیشیا کو آزادی دینے کی تیاری شروع کر دی' اور اس پالیسی کے تحت ''مجلس اعلیٰ اسلام'' کو تحلیل کر کے اسلامی جماعتوں کی ایک وسیع تر وفاقی تنظیم ''مجلس شوریٰ مسلمی انڈونیشیا'' (ماشومی) کے نام سے قائم کی گئی' جس میں المحمدیہ اور نہضۃ العلماء نے بھی شرکت کی۔ ممتاز مسلمان رہنماؤں نے اس نئی تنظیم سے تعاون کیا اور تمام اسلامی جماعتیں اور ادارے اس میں شامل ہو گئے۔ انڈونیشی مسلمان کو دین کی اساس پر متحد و منظم کرنا اور اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی ترقی اس تنظیم کا خاص مقصد قرار دیا گیا۔ اس کے ذریعے عوام کو فوجی تربیت بھی دی جانے لگی' اور ''حزب اللہ'' کے نام سے مسلم نوجوانوں کی ایک عسکری تنظیم قائم کی گئی۔

اکتوبر 1944ء میں ''ماشومی'' نے انڈونیشی مسلمانوں کو آزادی کے لیے تیار کرنے اور اسلام کی برتری کے لیے مخالف اسلام طاقتوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا' اور دوسری جنگ عظیم میں جاپان کو شکست کے بعد اس نے یہ اعلان کیا کہ انڈونیشیا کے مسلم عوام اور لاکھوں مسلح مسلمان سپاہی دین اسلام کی سربلندی اور انڈونیشیا کی آزادی کے لیے جنگ کریں گے۔ چنانچہ 1945ء میں اس اعلان کے ساتھ جنگ آزادی شروع کی گئی کہ ہم انڈونیشی عوام درحقیقت اللہ کی راہ میں لڑ رہے ہیں' تاکہ جمہوریہ انڈونیشیا کی حفاظت کریں جو اسلام کے لیے قائم کیا گیا۔

نومبر 1945ء میں جب آزادی کی تحریک اپنے عروج پر تھی' سوکیمان نے اسلام کی سربلندی اور اسلامی مملکت کے قیام کو بنیادی مقصد قرار دے کر انڈونیشیا کی عظیم ترین تنظیم ''مجلس شوریٰ مسلمی انڈونیشیا'' (ماشومی) کے نام سے قائم کی۔

دوسری جنگ عظیم میں 14 اگست 1945ء کو جاپان کو شکست ہوئی تو انڈونیشیا اتحادیوں کے قبضے میں چلا گیا' مگر تین روز کے بعد 17 اگست کو انڈونیشی رہنماؤں نے آزادی کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں اور ولندیزیوں سے مجاہدین آزادی کی شدید جنگ کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر سوکارنو' ڈاکٹر حتا' شہریر' ظفر الدین کی قیادت میں بالآخر تحریک آزادی کامیاب رہی اور 28 جنوری 1949ء کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے فریقین کو جنگ بند کرنے کا حکم دیا۔ 27 دسمبر 1950ء کو انتقال اقتدار ہوا۔ سوکارنو کو صدر منتخب کیا گیا۔ محمد حتا وزیر اعظم نامزد ہوئے۔ جکارتہ وفاقی دارالحکومت قرار پایا۔ 20 جولائی 1950ء کو ''ماشومی'' کے ایماء پر تمام جزیروں کی ریاستیں ایک متحدہ وفاقی مملکت کی تشکیل پر رضامند ہو گئیں۔ 14 اگست کو نیا وحدانی آئین منظور ہوا۔ 15 اگست کو ایک نئی اسلامی جمہوریہ انڈونیشیا وجود میں آ گئی۔ 29 ستمبر کو اسے اقوام متحدہ میں رکنیت حاصل ہو گئی۔

آزادی کے بعد اسلامی تحریک

تحریک آزادی کی کامیابی سے گریز کر کے ہم پھر تحریک احیائے اسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حصولِ آزادی کے بعد انڈونیشی رہنماؤں نے یہ محسوس کیا کہ نئی جمہوریہ کو مستحکم بنانے اور اس کو جمہوری اصولوں کی اساس پر ترقی دینے کے لیے سیاسی جماعتوں کا وجود بہت ضروری ہے' چنانچہ سیاسی جماعتیں بنانے کا قانون نافذ کیا گیا۔ دو مہینے کے اندر انڈونیشیا میں کئی سیاسی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ ان میں سب سے بڑی جماعت ''ماشومی'' تھی۔ ماشومی نے اسلامی نظریات و تعلیمات کی اساس پر آزاد انڈونیشی مملکت کی تعمیر و ترقی کو اپنا نصب العین بنایا۔ تمام اسلام پسند عناصر ''ماشومی'' کے پرچم تلے جمع ہو گئے۔

محمد سوکیمان

ماشومی کے بانی اور صدر اور تجدید و احیائے اسلام کی تحریک کے قائد ڈاکٹر محمد سوکیمان 1896ء میں وسطی جاوا میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ہالینڈ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ طلبہ کی تحریک اور ''شرکت اسلام'' کی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا۔ کمیونسٹوں اور ولندیزی سامراج کے سخت خلاف تھے۔ چنانچہ 1934ء میں جب ''شرکت اسلام'' نے ولندیزیوں سے تعاون کی پالیسی اختیار کی تو انہوں نے اس جماعت کو چھوڑ دیا اور ''پارٹی اسلام'' کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کی۔ اعلانِ آزادی کے بعد سوکیمان نے جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ رضا کاروں کی فوج تیار کی اور وسطی جاوا کو اپنا مرکز بنا کر ہر محاذ پر ولندیزیوں سے جنگ کی۔ جنگ آزادی کے کامیاب اختتام پر جب انڈونیشیا کو اقتدار منتقل کرنے کے لیے ہیگ میں کانفرنس ہوئی تو سوکیمان نے اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ مختلف جزائر کی متحدہ مملکت قائم کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ 1952ء میں انڈونیشیا کے وزیر اعظم ہوئے۔

ڈاکٹر محمد سوکیمان حاجی عمر سعید کے اس نظریے کے قائل تھے کہ آزادی کی تحریک کو احیائے اسلام کی تحریک اور نئی آزاد مملکت کو اسلامی مملکت بنایا جائے۔ چنانچہ آزادی کی جنگ میں انہوں نے نظریاتی اختلاف کے باوجود سوکارنو سے تعاون کیا۔ وہ بین الاسلامی اتحاد کے بھی بڑے حامی تھے اور اسلامی ممالک کی وحدت کو عملی اور حقیقی بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے احیائے اسلام کے لیے ایک بڑی سیاسی جماعت ''ماشومی'' قائم کرنے ہی پر اکتفا نہ کیا' بلکہ اسلام کے ہمہ گیر مقاصد اور زمانے کے تقاضوں کو محسوس کر کے' معاشرے کی اصلاح و ترقی کے لیے ایسے مفید اور ضروری ادارے بھی قائم کیے جو ہر ملک کے مسلمانوں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔

❀ ❀ ❀

ضرورت رشتہ

☆ ایک گورنمنٹ آفیسر کو اپنی 23 سالہ دراز قد' سفید رنگت' صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند گریجوایٹ بیٹی کے لیے ہم پلہ' توحیدی نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: فون: 0547-521665

موبائل: 0320-5645892

☆☆☆

☆ لاہور کے رہائشی' راجپوت اہلحدیث خاندان کی 24 سالہ ایم۔اے (اردو) بیٹی کے لیے دینی رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: فون لاہور: 7585099 (بعد دوپہر)

❀ ❀ ❀

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے ناظم مکتبہ عبدالواحد عاصم صاحب گردوں کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں صحت کاملہ عاجلہ سے نوازے۔ آمین!

ایمان واخلاق کا باہمی تعلق

حنا ضمیر

اچھے اخلاق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ''مکارمِ اخلاق کی تکمیل'' بتاتا ہے۔ اچھے مؤمن کی نشانی اچھا اخلاق ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا ایمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''خُلُقًا حَسَنًا'' یعنی وہ ایمان افضل ہے جس کے ساتھ اچھا اخلاق بھی موجود ہو۔ اخلاقی تعلیمات یوں تو ہر مذہب میں موجود ہیں لیکن اسلام کے نزدیک اخلاق کا ایمان کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے بلکہ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ قرآن کا فلسفۂ اخلاق یہ ہے کہ نیکی اور بدی کا شعور ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ نیکی ''معروف'' یعنی جانی پہچانی چیز ہے اور بدی ''منکر'' یعنی ناپسندیدہ ہے۔ ہر شخص فطرتاً یہ جانتا ہے کہ سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا اور مظلوم کی مدد کرنا اچھی بات ہے اور جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور ظلم کرنا برا ہے۔

آج ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایمان کے دعویدار تو ہیں، لیکن ہمارا اخلاق ویسا نہیں ہے جیسا کہ ایمان کا تقاضا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تین بار قسم کھا کر اُس شخص کے ایمان کی نفی فرمائی ہے، جس کا پڑوسی اُس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہاں کسی کبیرہ گناہ مثلاً قتل، چوری وغیرہ کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ اچھے اخلاق کا نہ ہونا، ایمان کے نہ ہونے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں جس ایمان کا دعویٰ ہے وہ اُس درجے کا نہیں ہے جیسا کہ مطلوب ہے۔ شاید ہم پیدائشی ایمان یا زبانی ایمان ہی کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں۔ اقرار باللسان ہی پر مطمئن ہیں حالانکہ تصدیق قلب بھی ضروری ہے۔ جب تک ایمان ایک زندہ حقیقت بن کر ہمارے دلوں میں نہ اُترے گا تب تک ہمارا اخلاقی رویہ بھی صحیح نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا اپنے اخلاق سنوارنے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان حقیقی کے حصول کی کوشش کریں۔ اس کی گہرائی اور گیرائی کی فکر کریں۔ ایمان جتنا پختہ اور گہرا ہوگا، اخلاق بھی اتنے ہی بلند اور اعلیٰ ہوں گے۔

سورۃ البقرہ کی آیت 177، جسے آیۂ بِرّ بھی کہہ سکتے ہیں، میں نیکی کے لیے سب سے پہلے ایمان کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ایمانیات میں ایمان باللہ نیکی کے لیے ایک مثبت جذبہ محرکہ فراہم کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان صرف اللہ کی رضا کے لیے نیکی کرے۔ یہ جذبہ کسی وقت بھی فیل نہیں ہوتا انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور جو شخص اللہ پر سچا ایمان رکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ اللہ کی رضا حاصل کرنے والے کام کرتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ انسان کو برائی اور کج خلقی سے باز رہنے کے لیے قوت فراہم کرتا ہے۔ آخرت کی جوابدہی کا احساس اور محاسبۂ الٰہی کا خوف وہ منفی جذبہ ہے جو نیکی کے لیے ایک بنیاد بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان بالرسالت کی صورت میں نیکی اور تقویٰ کا ایک معیار ایک ماڈل ہمارے سامنے آتا ہے جسے دیکھ کر ہم اپنے آپ کو سنوار سکتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ حقیقی ایمان حاصل کیسے کریں؟؟

۱۔ تلاوتِ قرآن کے ذریعے سے:

ایمان کا سب سے بڑا سرچشمہ کلامِ الٰہی ہے۔ شاعر نے خوب کہا ہے کہ

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی قاری کو یہ قرآن کے سیپاروں میں

قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعے ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان اور مظاہر کائنات کا ذکر پڑھ کر اُس کا ایمان تازہ ہوتا اور روح کو جلا ملتی ہے۔ غلط خیالات اور باطل نظریات کی تردید ہوتی ہے اور زندگی کا ایک عالی شان مقصد سامنے آتا ہے۔

۲۔ نماز کے ذریعے سے:

ایمان کی تازگی کا دوسرا بڑا ذریعہ نماز ہے۔ زندگی کی مصروفیات کو کچھ دیر کے لیے خیر باد کہہ کر اللہ کے حضور حاضری دینے سے غفلت دور ہوتی ہے اور گناہوں کے اثرات مٹ جاتے ہیں۔ سجدے کی حالت میں مؤمن اللہ سے انتہائی قریب ہو جاتا ہے اور اس قرب کے نتیجے میں ایمان بڑھتا اور ترقی پاتا ہے

سرکشی نے کر دیے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں

۳۔ نیک لوگوں کی صحبت کے ذریعے:

ایمان کی تازگی برقرار رکھنے کے لیے ایمان والوں کی صحبت اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کونو مع الصادقین (التوبہ:119) ''سچوں کے ساتھ ہو کر رہو۔'' اچھے اور سچے دوست ہمارے ایمان کے محافظ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں کھانے پینے کی اشیاء کی تازگی اور خوشبو دیر تک قائم رکھنے کے لیے انہیں سیل بند ڈبوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ نیک ہمنشیں بھی ہمارے ایمان کے لیے اسی سیل کا کام کرتے ہیں۔ جو ایمان ہم نے تلاوت قرآن اور نماز سے حاصل کیا تھا یہ سیل اُس کی تازگی اور خوشبو کو برقرار رکھتی ہے اور اُس میں کمی نہیں آنے دیتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے دوستوں کے انتخاب میں بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ ہم سب کو ایک دوسرے کی تائید اور تقویت کا ذریعہ بننا چاہیے اور ایک دوسرے کی اچھی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں تاکہ ہمارا ایمان بڑھتا رہے۔ آپ ﷺ نے اس حقیقت کو ایک بہت اچھی مثال سے واضح فرمایا ہے کہ اچھے اور برے دوست کی مثال عطر فروش اور لوہار کی سی ہے۔ اگر عطر فروش کے پاس بیٹھو گے تو اس سے عطر خرید لو گے یا اس کی خوشبو تمہارے کپڑوں میں بس جائے گی اور اگر لوہار کے پاس بیٹھو گے تو اپنے کپڑے جلا لو گے یا کم از کم بھٹی کا دھواں اور گرد و غبار کپڑوں پر لگ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حقیقی ایمان کا شعور حاصل کریں۔ اس کی آبیاری کی فکر کریں اور اُس کے نتیجے میں خلقِ حسن اپنے اندر پیدا کر سکیں۔ (آمین)

زوالِ امت کے اسباب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب غیر مسلم قومیں تمہاری سرکوبی کے لئے ایک دوسرے کو بلائیں گی اور (پھر وہ سب مل جل کر) دھاوا بول دیں گی جیسا کہ بہت سے کھانے والے افراد ایک دوسرے کو بلا کر دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں''۔ ایک آدمی نے عرض کیا حضور! کیا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی ہوگی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''نہیں بلکہ اس وقت تم تعداد میں بہت کثیر ہوگے لیکن تمہاری حیثیت سیلاب کے کوڑا کرکٹ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی اس وقت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ دشمن قوموں کے دل سے تمہارا رعب ختم ہو جائے گا اور تمہارے دل 'وَھْن' کا شکار ہو جائیں گے''۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! وَھْن کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا سے محبت اور موت سے نفرت''۔ (رواہ ابوداؤد)

دین و دنیا کی باتیں

عبدالقیوم صافی

جمعہ کا مبارک دن ہے دنوں کے اس سردار دن ہم اپنے معزز قارئین اور اپنے کرم فرماؤں سے دین دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔ معزز قارئین! آج کا کالم وطن عزیز کے عظیم سکالر عاشق قرآن' عاشقِ رسولؐ جو قرآن عظیم الشان کواے اروائی کے بین الاقوامی چینل پر دنیا بھر کو پہنچا رہا ہے ڈاکٹر اسرار احمد کی نذر کرتا ہوں گزشتہ اتوار میں انجمن خدام القرآن کی دعوت پر جب پشاور کے نشتر ہال پہنچا تو ہال کھچا کھچ بھرا تھا اور قرآن عظیم الشان کے شیدائی سیڑھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے میں تو پریشان ہو گیا ایک تو نظر کمزور ہے عمر بھی زیادہ ہو گئی ہے تو اوپر چڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر اوپر چڑھ بھی جاتا تو جگہ کہاں تھی' ابھی دس بارہ سیڑھی چڑھا تھا کہ اللہ کے ایک بندے نے جس کے ساتھ نہ میری کوئی جان نہ پہچان تھی نے میرے لیے اپنی سیٹ خالی کر دی اور خود سیڑھیوں میں بیٹھ گیا اللہ ان کو دین و دنیا کی خوشیاں نصیب کریں۔

معزز قارئین! میری عمر تو 72 سال ہے تو جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی عمر تو 80 سال سے زیادہ ہوگی کیونکہ میرے ماموں ڈاکٹر محمد زمان جواب اس دنیا میں نہیں ہیں اللہ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں تو وہ میڈیکل کالج میں ان کے کلاس فیلو تھے لیکن اللہ کی مہربانی ہے کہ ان کی آواز جوان ہے اور خوب جذبے کے ساتھ تقریر کرتے ہیں۔ بہت زیادہ خدمت کر رہے ہیں قرآن عظیم الشان کی میں نے اپنے موقر روزنامے "صبح" کے سنڈے میگزین میں بڑے لوگوں کی زندگی کے متعلق دلچسپ معلومات کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جو میرے معزز قارئین نے بہت ہی پسند فرمایا ہے اور اس سلسلے میں بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح کو 15 قسطوں میں کور کیا اور اب قابل صد احترام ڈاکٹر اسرار احمد کی طرح عاشق قرآن حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی زندگی کے متعلق لکھ رہا ہوں حکیم الامت جب قرآن عظیم الشان کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو اتنے روتے تھے کہ قرآن عظیم الشان کے صفحات ان کے آنسوں سے گیلے ہو جاتے تھے ان بڑے بڑے لوگوں پر بڑے بڑے دانشوروں نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن میری حقیر کوشش کو بھی قارئین نے بہت ہی پسند فرمایا جن میں وکلاء بھی شامل ہیں' پروفیسر صاحبان بھی اور عوام بھی کیونکہ میں ان عظیم ہستیوں کے کارناموں کے ساتھ ان کی ذاتی زندگی کے متعلق دلچسپ معلومات بھی فراہم کرتا ہوں جس سے ان وضاحتوں کی خشکی ختم ہو جاتی ہے پھر انداز بھی سیدھا سادہ ہے ہم پختونوں میں بہت ہی بڑے شعراء و ادیب گزرے ہیں اور اب بھی ہیں لیکن سب سے زیادہ اگر کسی کا کلام پسند کیا جاتا ہے تو وہ رحمان بابا کا ہے کیونکہ ان کا اندازِ بیان سیدھا سادہ اور عوامی ہے اسد اللہ خان غالب بھی تب غالب بن گئے' استادِ سخن بن گئے جب انہوں نے سہل نگاری اختیار کی قابل صد احترام ڈاکٹر اسرار احمد کی تقاریر اور تحریریں اس لیے بام عروج پر پہنچ گئیں کہ اب وہ قرآن عظیم الشان کی تفسیر سادہ الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

معزز قارئین! بات کر رہے تھے بزرگ لوگوں کی زندگی کے متعلق دلچسپ معلومات کا سلسلہ جو بہت مقبول ہوا تو بڑے لوگوں بلکہ بہت بڑے لوگوں میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد بھی شامل ہیں کیونکہ وہ قرآن عظیم الشان کے خادم ہے' میں ان کا خادم ہوں میں نے ان کی زندگی کے متعلق معلومات جمع کرنا شروع کی میں ان کو بھی اس سلسلے میں شامل کرنا چاہتا ہوں اگر انجمن خدام القرآن اس سلسلے میں میری مدد کریں تو میں مشکور رہوں گا۔

معزز قارئین کرام! ہمارے یہ عظیم مفکر ڈاکٹر اسرار دین کی بہت زیادہ خدمت کر رہے ہیں میں ڈاکٹر محمد اقبال صافی کا مشکور ہوں کہ وہ گاہے بہ گاہے ان کاوشوں سے مجھے آگاہ کرتے ہیں اور میں ان کے افکار اپنے صوبے کے کونے کونے تک اپنے کالموں کے ذریعے پہنچا تا رہتا ہوں میں انجمن خدام القرآن کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے نشتر ہال میں مدعو کیا اور مجھے وطن عزیز کے اس بے مثل سکالر کو سننے کا موقع فراہم کیا۔ موضوع تھا اسلام کا معاشی نظام اور اسلامی ریاست کا نظام محاصل۔ معزز قارئین! اندازہ لگائیں کہ جب اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد نے آج سے چند سال پہلے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں خطاب کیا تو اس اجتماع میں معاشیات کے درجن بھر پی ایچ ڈی تشریف فرما تھے اور ان سب نے متفقہ طور پر اس بات کو تسلیم کیا کہ آج پہلی بار اسلام کا معاشی نظام کچھ سمجھ آیا اور وطن عزیز کے سب سے بڑے معیشت دان چوہدری غلام رسول جو خود بھی معاشیات میں پی ایچ ڈی ہیں انہوں نے اپنے خرچ پر ایک کتابچے کی صورت میں دس ہزار کی تعداد میں طبع کیا اور مفت تقسیم کیا ڈاکٹر اسرار احمد کے یہی تقاریر اسلام کا معاشی نظام اور اسلامی ریاست کا نظام محاصل کے ٹائٹل سے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شائع کیا اس کی قیمت 24 روپے ہے بہت ہی کارآمد کتابچہ ہے جو خواتین وحضرات اسلام کا معاشی نظام جاننا چاہتے ہیں تو اس کو ضرور پڑھیں۔ پشاور میں یہ خدام القرآن کے دفتر شعبہ بازار ناصر منشن سے بھی دستیاب ہے۔

معزز قارئین! جس طرح کہ میں نے پہلے بتایا کہ ڈاکٹر اسرار احمد پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے لیکن اپنی زندگی وقف کر دی دین کے احیاء کے لیے' اس طرح بھارت کے ڈاکٹر ذاکر نائیک جو قرآن عظیم الشان کے کمپیوٹر کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں وہ بھی پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں لیکن انہوں نے بھی بھارت میں ایک انقلاب برپا کیا ہوا ہے یہ ڈاکٹر خواتین وحضرات کریم آف دی سوسائٹی ہوا کرتے ہیں اور دین کی خدمت میں بھی کریم نکلے ڈاکٹر اسرار احمد نے دین کی جو خدمت کی وہ بے مثل ہے ڈاکٹر غلام رسول جو خود ہی بہت بڑے معاشی ماہر ہیں کا اس موضوع اسلام کا معاشی نظام کے متعلق کہنا ہے کہ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نہ معاشیات کے طالب علم رہے نہ ان کا یہ شعبہ ہے لیکن پھر بھی وہ بہت ہی بڑے معیشت دان نکلے۔

معزز قارئین! یہ اللہ کا دین ہے جس کو دیتا ہے دے دیتا ہے' اس کو آل راؤنڈر بنا دیتا ہے کونسا موضوع ہے جس پر ڈاکٹر اسرار احمد نہیں بول سکتے ڈاکٹر اسرار احمد ہر بات قرآن عظیم الشان کے ثبوت کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور کیا کچھ ہے جو قرآن عظیم الشان میں نہیں ہیں ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے کہ اشتراکی نظام کا آئیڈیل' مساوات اور سرمایہ دارانہ نظام کا آئیڈیل آزادی ہے جب کہ اسلام کا نعرہ عدل ہے اگر زندگی رہی تو کسی اور نشست میں اس موضوع پر بات چیت کریں گے میں آخر میں ایک بار پھر انجمن خدام القرآن بطور خاص محترم وارث خان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بروقت ڈاکٹر اسرار احمد کے آنے سے مطلع کیا دن بھی اتوار کا تھا' وقت بھی دن کے دس بجے کا تھا۔ رات کو تو میں گھر سے نہیں نکل سکتا کیونکہ میری نظر کمزور ہے بہر حال یہ دینی اجتماع بہت کامیاب رہا اللہ ہمیں ڈاکٹر اسرار احمد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کریں۔

(آمین ثمہ آمین)

(بشکریہ روزنامہ "صبح")

تاتاریوں کا قبولِ اسلام

ندائے خلافت شمارہ 14 'ایڈیٹر کی ڈاک میں''حیرت انگیز مماثلت'' کے عنوان سے جو خط شائع ہوا اس ضمن میں تاتاریوں کا قبولِ اسلام مشیتِ ایزدی کا ناقابلِ فہم واقعہ ہے۔ جو قارئین ندائے خلافت کے لیے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ تاتاریوں کے غلبے کے بعد ایک خراسانی بزرگ اشارۂ غیبی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔ وہ شکار سے واپس آ رہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر اِس درویش کو دیکھ کر بانداز تمسخر وحقارت کہنے لگا کہ ''اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دُم؟'' آپؒ نے جواباً فرمایا کہ ''میں بھی اپنے مالک کا کتا ہوں۔ اگر میں اپنی جاں نثاری ووفاداری سے اُسے خوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں ورنہ آپ کے کتے کی دُم اچھی ہے جو آپ کی فرماں برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔'' تگودار خان پر اِس اندازِ گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اُس نے آپؒ کو اپنا مہمان رکھ کر آپؒ کی تعلیم وتبلیغ کے زیرِ اثر دَر پردہ اِسلام قبول کر لیا‘ مگر اُسے اِس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناساز گاری حالات کے پیشِ نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بعد ازاں اُن کو یہ کہہ کر رُخصت کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد تشریف لائیے گا تاکہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے‘ مگر چونکہ وقت پورا ہو گیا تھا۔ اس لیے بقضائے الٰہی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بمصداق ''ہر چہ پدر نتوانست پسر تمام کند'' کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسبِ وصیت تگودار خان کے پاس پہنچے تو اُس نے کہا کہ باقی سردارانِ قوم تو قریباً مائل ہو گئے ہیں‘ مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے‘ آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بلوایا اور تبلیغ فرمائی‘ مگر اُس نے کہا‘ میں ایک سپاہی ہوں‘ جس کی ساری عمر جنگ میں گزری ہے۔ میں صرف طاقت میں ایمان رکھتا ہوں‘ اگر آپ میرے پہلوان کو کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں مُسلمان ہو جاؤں گا‘ یہ بات سُن کر آپؒ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اُس سردار کا چیلنج منظور کر لیا اور مقابلے کے لیے تاریخ ووقت کا تعین کر کے اجتماعِ ناظرین کے خیال سے اعلانِ عام کرا دیا۔ تگودار خان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک سن رسیدہ وکمزور جسم درویش کا مقابلہ ناانصافی اور قتلِ عمد کے مترادف ہے‘ مگر مخالف سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اوّل تو اس لیے کہ اِس درویش کے قتل سے اِس قسم کے دُوسرے دخل در معقولات کرنے والوں کو عبرت ہو گی اور دُوم اس لیے کہ خانِ اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اِس قسم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو در خورِ اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

چنانچہ مقررہ دن ہزار ہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ حضرتؒ نے جاتے ہی ایک طمانچہ اس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے مُنہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے اُنہیں کیا معلوم کہ یہ مُنحنی قسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؓ

چنانچہ اُس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسبِ وعدہ میدان میں نکل کر آپؒ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا‘ بلکہ اکثر حاضرین بھی اسلام لے آئے اور تگودار خان نے بھی اپنے اِسلام کا اظہار کر کے اپنا نام احمد رکھا۔ تاریخ میں اُس کا یہی نام (1281تا1284ء) تحریر ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں اُس نے سلاطینِ مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تاتاری جرنیلوں نے بالعموم اُس کے اِسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی۔ احمد باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مؤرخین نے اس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا ہے کہ باپ یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا‘ یعنی احمد (تگودار خان) اُسی تہذیب اور اِسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قُربان کر دے۔

اگر چہ اس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعتِ اِسلام کی رفتار قدرے سُست پڑ گئی‘ مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچازاد بھائی ''برکہ'' (1256تا1266ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین باخوریؒ کے دستِ حق پرست پر اِسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد یعنی تگودار خان کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمود (1295تا1304ء) نے بھی اِسلام قبول کر لیا۔ اس لیے وسط ایشیا کی تاتاری حکومت‘ تاتاری اِسلامی حکومت میں بدل گئی اِس غزن محمود کے خلاف بھی اُس کے جرنیلوں نے تبدیلِ مذہب کے باعث بغاوت کی‘ مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری اِسلام لے آئے۔

ہر بنائے کہنہ کآباداں کنند
اوّل آں بنیاد راویراں کنند

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کفار کے ابتدائی حملے کے وقت سلطان علاؤالدین محمد خوارزم شاہ نے بقول مشہور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا لوٹا لیا تھا کہ اُسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح چنگیزی لشکر کے سروں پر سایہ فگن یہ کہتی نظر آئی ہیں: ((اَیُّھَا الْکَفَرَۃُ اقْتُلُوا الْفَجَرَۃَ)) (اے کافرو! ان فاجروں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون بہا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ تنہا درویش نے اپنی قوتِ یدُ اللّٰہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تاتاریوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ گویا ہر دو صورتوں میں بمشیّتِ ایزدی‘ حسبِ تقاضائے وقت واحوال اُسی تجلّی کی شانِ تدبیر کارفرما تھی۔ سچ ہے‘ از ماست کہ بر ماست‘۔ آیات ذیل: (صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔ **(الرعد:11)**

اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔ **(الھود:117)**

کیا اُن لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں‘ وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں‘ تو انہیں اُن کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیں۔ **(الاعراف:100)**

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اُس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔ **(الھود:102)**

بزرگ نے ایک طمانچہ اِس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے مُنہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی۔
سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے اِنہیں کیا معلوم کہ یہ مُنحنی قسم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

اِسی کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی بداعمالیوں کے باعث صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اُس کی جگہ کوئی دوسری قوم دین کی خدمت کے لیے لا کھڑا کرتے ہیں۔

جب احیائے دین کے ظہورِ کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ایبکؒ ارکانِ دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب "لکھ داتا" مشہور ہوتا ہے۔ سلطان شمس الدین التمشؒ جنابِ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حسبِ وصیت اُن کی نمازِ جنازہ پڑھا کر عصر کی سنتوں اور تہجد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مرقع ثابت ہوتا ہے اور سلطان ناصر الدین محمودؒ سرکاری خزانے کو پبلک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابتِ قرآن کو اپنا اور اپنے اہل خانہ کا ذریعۂ معاش بناتا ہے۔ اُمراء و سلاطین تبلیغ اِسلام میں خواجہ بہاوالدین نقشبندؒ، خواجہ غریب نوازؒ حضرت گنج شکرؒ اور غوث بہاؤالحقؒ کے احکام کی خدامِ خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہندوچمن جیسے کفرستانوں کے تخت و تاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کرا لیتے ہیں۔

(بشکریہ مہر منیر۔ سید افتخار احمد)

روشن خیالی

نادر عزیز

نئی تہذیب کی ہر اِک ادا' روشن خیالی ہے
جو واشنگٹن سے آئے وہ صدا' روشن خیالی ہے
جو بیزاری کرے پیدا شریعت کے اصولوں سے
کرے امت کو مرکز سے جُدا' روشن خیالی ہے
یہ دنیا جس بہاؤ میں بہے' بہتے چلے جانا
زمانے کے تقاضوں سے وفا' روشن خیالی ہے
جو آمادہ کرے ناموسِ خانہ کو بغاوت پر
کرے صنفِ حیا کو بے حیا' روشن خیالی ہے
جو دینِ مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر' نا آشنا کر دے
سکھائے جو شریعت سے دغا' روشن خیالی ہے
ہمارے حکمرانوں کی زباں پر ہے یہ قوالی
کہ تہذیبِ نوی کی ہر ادا' روشن خیالی ہے
عجب پستی سی طاری ہے رُخِ افکارِ عالم پر
کہ افکارِ امم کی ہر خطا' روشن خیالی ہے

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور کا

تحریک پاکستان نمبر

یہ دستاویزی شمارہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے:

(1) پہلی جنگ آزادی سے قیام کانگرس تک (1857ء۔1885ء)
(2) علی گڑھ تحریک سے تقسیم بنگال تک (1886ء۔1905ء)
(3) قیام مسلم لیگ سے خطبہ الٰہ آباد تک (1906ء۔1930ء)
(4) خطبہ الٰہ آباد سے دوسری جنگ عظیم تک (1930ء۔1939ء)
(5) قراردادِ لاہور سے قیام پاکستان تک (1940ء۔1947ء)

عام قارئین اور طالب علموں کے لیے یکساں مفید

90 صفحات پر مشتمل اس گراں قدر خصوصی شمارے کی قیمت 50 روپے ہے

(بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات اگر قیمت بذریعہ منی آرڈر یا ڈاک ٹکٹوں کی صورت میں پیشگی ارسال کر دیں گے تو رجسٹرڈ ڈاک کے اخراجات مکتبہ برداشت کرے گا۔ وی پی پی منگوانے کی صورت میں ڈاک خرچ 20 روپے بذمہ خریدار ہوگا)

نوٹ: سابقہ خصوصی اشاعتوں میں سے سقوطِ ڈھاکہ نمبر، کشمیر نمبر اور نظریۂ پاکستان نمبر محدود تعداد میں دستیاب ہیں۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرِ نگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ'
ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

[illegible]

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

النصر لیب :950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ماہ اپریل کے دوران کراچی کے دورے

بانی محترم جب 20 اپریل کو کیو ٹی وی کی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لیے کراچی پہنچے تو امیر حلقہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسجد شاہ فیصل' بلاک 6' گلشن اقبال کی انتظامیہ کی خواہش پر ان کا خطاب جمعہ رکھ لیا۔ لیکن بعد میں ان کی معذرت پر یہ پروگرام جامع مسجد عسکری 4' راشد منہاس روڈ میں منعقد ہوا۔ بانی محترم نے "ختم نبوت" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارا اجزِ وایمان ہے اور علماء کرام نے اس عقیدہ کے تحفظ کے لیے کوششوں کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن حضورﷺ کی فضیلت کی اہم تر بنیاد یعنی تکمیل نبوت و رسالت کے حوالے سے جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے' اُس پر اتنا زور نہیں دیا گیا جتنا کہ اس کا حق ہے۔ چار ہزار سے زیادہ افراد نے اس خطاب سے استفادہ کیا۔

بانی محترم دوبارہ 28 اپریل کو کراچی تشریف لائے۔ دس بجے شب ان کا خطاب مسجد فاروق اعظم میں "رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب" کے موضوع پر شروع ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلامی انقلاب کے لیے صحیح لائحہ عمل صرف اسوۂ رسولﷺ میں ہے۔ اس خطاب سے پانچ ہزار سے زیادہ خواتین و حضرات نے استفادہ کیا۔

اگلے دن بانی محترم نے مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں "روشن خیالی اور اسلام" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام سب سے زیادہ روشن خیال اور اعتدال پسند دین ہے۔ یورپ تاریک دور سے گزر رہا تھا۔ اسے روشنی اسپین کی اسلامی یونیورسٹیوں سے ملی۔ ہمارے حکمران جس تہذیب کے نفاذ کے لیے امریکی چمچے بنے ہوئے ہیں وہ اپنی موت آپ مر چکی ہے۔ انہیں مزید مہلت ملی تو روشن خیالی میں وہ کمال اتاترک سے بھی سبقت لے جائیں گے۔ مساوات مرد و زن کے نعروں کے مغرب میں جو نتائج برآمد ہو چکے ہیں' ہمارے حکمران اس سے سبق حاصل کرنے کی بجائے مسلم معاشرے کو اسی تباہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ دنیا کے کسی جمہوری ملک میں خواتین کو اسمبلیوں میں 33 فیصد نمائندگی حاصل نہیں۔ مخلوط میراتھن ریس میں لڑکیوں کو نیکر پہنا کر دوڑایا جائے اور اس طرح اسلام کے ستر و حجاب کے احکامات کی کھلے عام دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔

سہ پہر تین بجے پریس کلب کے سامنے ایک مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس مظاہرے میں بانی محترم بھی شریک ہوئے' یہ پہلا موقع تھا کہ بانی محترم نے کراچی میں کسی مظاہرے میں شرکت فرمائی۔ ان کو دیکھ کر رفقاء کے چہروں سے ان کی خوشی عیاں تھی۔ مظاہرہ کے آغاز میں نقیب اسرہ' تنظیم اسلامی جنوبی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے حکمران ملک میں اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے نام پر غیر اسلامی طور طریقوں کو فروغ دے رہے ہیں۔ اسلام خواتین کو پردے کا حکم دیتا ہے لیکن ہمارے حکمران پردے کو پسماندگی کی علامت قرار دے رہے ہیں۔ داڑھی اور دیگر شعائرِ دین کا کھلے عام مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ چند نام نہاد دانشور بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ ایسے میں ہم اپنے صحافی بھائیوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حکمرانوں کے مذموم عزائم کے خلاف رائے عامہ ہموار کر کے دین کی جانب سے ان پر نہی عن المنکر کا جو فریضہ عائد ہوتا ہے' اس کو ادا کریں گے۔

ناظم حلقہ انجینئر نوید احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے حکمرانوں نے امریکہ کی غلامی اختیار کرنے کے بعد اب بھارت کے آگے بھی سپر ڈال دیا ہے۔ کشمیر جسے کور ایشو قرار دیا جاتا تھا' اب یہ مسئلہ پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ دنیا کے سامنے دہشت گردی اور جہاد میں فرق واضح کرنے والے اب مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں' سود' جوئے اور سٹے کو فروغ دیا جا رہا ہے اور سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو غیر موثر قرار دے دیا گیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دین کے خلاف ہر سازش کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں۔ امریکہ کی غلامی کی بجائے اللہ کی غلامی اختیار کریں۔ تنظیم اسلامی اس ملک میں اللہ کی بندگی کے نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں ہے۔

بانی محترم نے خطاب فرمایا اور بی بی سی کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں مخلوط معاشرے کی سرے سے کوئی گنجائش نہیں۔ البتہ Segration of sexes کے بعد خواتین کو علم حاصل کرنے سمیت ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ یہ کوئی آزادی نہیں کہ خواتین کو اشتہار کا ذریعہ بنا دیا جائے اور ہر بل بورڈ پر خواتین کی تصاویر کو نمایاں کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ پرائمری تعلیم کو عورتوں کے حوالے کر دیا جانا چاہیے کیونکہ اس اسٹیج پر بچوں کو مادرانہ شفقت کی ضرورت ہوتی ہے جو صرف خواتین ہی فراہم کر سکتی ہیں۔ خواتین کے لیے الگ ہسپتال ہو جہاں خواتین ڈاکٹر خواتین مریضوں کا علاج کریں اور خواتین نرسیں ان کی خدمت کریں۔ اسی طرح مردوں کے ہسپتال میں مرد نرس ہوں۔ انہوں نے کہا کہ خواتین کے لیے گھر گھر کاٹیج انڈسٹریز قائم کی جانی چاہئیں۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران دلی کے ایک محلے میں گھر گھر اس قسم کی انڈسٹریز قائم تھیں۔ صبح ٹرکوں کے ذریعہ خام مال ان تک پہنچایا جاتا تھا اور شام کو تیار شدہ مال اٹھا لیا جاتا تھا۔ خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ انہوں نے کہا ہمارے ہاں بھی ایسی انڈسٹریز قائم کی جا سکتی ہیں جہاں خواتین ہی کام کرتی ہوں اور خواتین ہی سپروائز کرتی ہوں۔ بات صرف There is a will there is a way ہے۔ اگر نیت ہی درست نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

(رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

رپورٹ شب بیداری گجرات

25 اپریل بروز سوموار تنظیم اسلامی گجرات کے تحت شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد از نماز عشاء امیر تنظیم اسلامی گجرات محترم محمد ناصر صاحب کے درسِ قرآن سے ہوا آپ نے "غلبۂ دین" کے حوالے سے اُمت مسلمہ کے کردار پر روشنی ڈالی اور حاضرین مجلس سے بحیثیت مسلمان اپنا کردار درست کرنے اور اپنی دینی ذمہ داریاں نبھانے کی تلقین کی۔ موصوف نے قرآن حکیم کی مختلف آیات اور احادیث کے ذریعے سامعین کے سامنے اپنی بات نہایت دلنشین انداز میں پیش کی۔ درس میں شرکاء کی تعداد تقریباً 20 تھی جس میں 14 رفقاء اور 6 احباب تھے۔ درسِ قرآن کے اختتام پر ملتزم رفیق تنظیم عبدالرحمٰن صاحب کی صحت کے لیے دعا کی جو آج کل بیمار ہیں۔ اس کے بعد آدھ گھنٹے کا کھانے کا وقفہ تھا اس وقفے کے بعد 10 بجے تمام رفقاء دوبارہ اکٹھے ہوئے۔ امیر تنظیم محمد ناصر صاحب نے دو بنیادی سوالوں پر مذاکرہ کروایا۔ پہلا سوال تھا کہ اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام میں کیا فرق ہے؟ دوسرا سوال تھا کہ قانونی مسلمان اور حقیقی مسلمان میں کیا فرق ہے؟ اس نشست میں تمام رفقاء نے بڑی دلچسپی سے شرکت کی۔ اس نشست کے بعد امیر تنظیم نے ہمارے پرانے رفیق محترم میاں محمد لطیف صاحب کو باقاعدہ ناظم مالیات تنظیم اسلامی گجرات مقرر کیا اور راقم کو معتمد اور ناظم تربیت کی دوہری ذمہ داری سونپی' بعد ازاں تمام رفقاء نے سورۃ البقرہ کے آخری رکوع کی تلاوت کی۔ اس نشست میں اصلاح اغلاط کی ذمہ داری محترم حافظ محمد بلال صاحب کی تھی آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں دورانِ تلاوت چند بڑی غلطیوں کی نشاندہی کی اس نشست کے اختتام تک رات کا 1 بج چکا تھا۔ اسی پر سونے کی دعا پڑھ کر تمام ساتھی سو گئے صبح فجر کی نماز کے بعد محترم حافظ محمد بلال صاحب نے 10 منٹ کے لیے درسِ حدیث دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس پروگرام کا اختتام ہُوا۔

(نادر عزیز رندھاوا' معتمد تنظیم اسلامی گجرات)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی ماہانہ شب بسری

23 اپریل بروز ہفتہ شب بسری کے لیے رفقاء بعد از نماز عصر باغڈہ سنجلیاں کی مسجد میں پہنچے۔ یہاں تنظیم کے دیرینہ رفیق طاہر محمود نے پروگرام کے انعقاد میں بھرپور تعاون کیا۔ بعد از عصر دو رفقاء گشت کے لیے روانہ ہوئے' قریبی علاقے میں مغرب کے بعد درس کی دعوت دی گئی۔ بعد از نماز مغرب راقم نے سورۃ الحج کی آخری دو آیات کے حوالے سے دینی مطالبات بیان کیے۔ قریباً 15 رفقاء و احباب درس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد رفقاء کے سامنے ندیم صاحب نے حدیث کے حوالے سے سورۃ الفاتحہ کے فضائل بیان کیے۔ بعد ازاں راقم نے "فرائض دینی کا جامع تصور" میں سے بیعت کی ضرورت و اہمیت کا مطالعہ کروایا۔ عشاء کی نماز کے بعد امیر تنظیم ایبٹ آباد ذوالفقار علی صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کا درس دیا۔ درس میں 15 رفقاء و احباب شریک تھے۔ طعام کے بعد آرام کا وقفہ تھا۔ بعد فجر ذوالفقار علی صاحب نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کا درس دیا۔ اس کے بعد ناظم تربیت عبدالرحمٰن صاحب نے "اجتماعی تجوید" کی کلاس

لی۔ ناشتے کے بعد راقم نے دین و مذہب کا فرق بیان کیا۔ عبدالرحمٰن صاحب نے دینی فرائض کا جامع تصور تفصیل سے بیان کیا۔ بعدازاں ندیم اعوان صاحب نے ''منہج انقلاب نبوی'' پر گفتگو کی۔ اس کے بعد مشورے سے ماہ مئی کی شب بسری 28 مئی کو ایمزان پبلک سکول میں طے کی گئی۔ دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔
(مرتب: اسد قیوم)

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیر اہتمام بعد نماز جمعہ آبپارہ اسلام آباد میں پر امن مظاہرہ ہوا' جس کے ذریعے معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی' دین بے زاری اور آزاد خیالی کے خلاف شعور کو اجاگر کیا۔ تنظیم اسلامی کے کارکنان نے پلے کارڈز اور بینرز اٹھار کھے تھے۔ ناظم حلقہ جناب خالد محمود عباسی نے کہا کہ مغربی طرز جمہوریت کفر ہے۔ موجودہ بے حیائی اور استحصال اس کفر کی شاخیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام وہ تمام امکانات ختم کرنا چاہتا ہے جو اخلاقی آوارگی اور جنسی آزادی کی طرف لے جاتے ہیں۔ اگر ملک میں سیکولرزم لانے کی کوشش کی گئی تو اس ملک کی بقاء کا جواز ختم ہو جائے گا۔ پاکستان کا قیام دنیا کو اسلام کے عادلانہ و منصفانہ نظام خلافت کی روشنی دکھانے کے لیے ہوا تھا تاکہ نوع انسانی جمہوریت کے نام پر غلامی کے طوق سے نکل کر اسلام کی برکات سے فائدہ اٹھا سکے۔ پاکستان وہ واحد اسلامی ملک ہے جس میں دور حاضر کے مطابق ایک اسلامی فلاحی ریاست بننے کی پوری صلاحیت ہے۔ نظریہ توحید ایک بہت بڑا انقلابی نظریہ ہے جس سے انسان پر انسان کی حکومت کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ امت کے زوال اور ذلت و رسوائی کا اصل سبب قرآن حکیم سے اعراض ہے۔ اگر امہ اپنے اصل فرض منصبی یعنی دینِ حق کے قیام کے لیے کمربستہ ہو جائے تو اللہ کی مدد شاملِ حال ہو جائے گی۔ امریکی ہٹ دھرمی کے باعث دنیا بڑی تیزی سے تیسری عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے۔ امریکہ کے نزدیک ہر وہ مسلمان دہشت گرد ہے جو اسلام کو مکمل ضابطہ حیات سمجھتا ہے اور اس کا غلبہ چاہتا ہے۔
(رپورٹ: نوید احمد عباسی حلقہ پنجاب شمالی' تنظیم اسلامی)

دعوتی و تربیتی شب بسری اجتماع

تنظیم اسلامی دیر و بی بیوڑ کا مشترکہ دعوتی و تربیتی رشب بسری اجتماع بمقام کنڈو چم داروڑہ بتاریخ 21 اپریل 2005ء کو بعداز نماز عصر جامع مسجد میں منعقد ہوا۔ جس میں دیر سے چار اور بیبیوڑ سے آٹھ رفقاء نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز عصر درس قرآن بہ موضوع راہ نجات سورۃ العصر سے ہوا' راقم نے سورۃ العصر سے مختصر درس دیا۔ اس نشست میں رفقاء کے علاوہ 25 احباب نے بھی شرکت کی۔ بعدازاں رفقاء کی تعارفی نشست ہوئی۔ دو گشتی ٹیموں نے علاقے میں گشت کیا۔ بعد نماز مغرب جناب ممتاز بخت صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ پر مفصل خطاب فرمایا۔ جس میں احباب کی تعداد 35 تک تھی۔ نماز عشاء کے بعد درس حدیث کی نشست تھی۔ مدرس جناب عالم زیب صاحب تھے جس میں 20 افراد نے شرکت کی۔ بعد میں فرائض دینی پر تربیتی نشست منعقد کی گئی۔ 10 بجے شب خواب کے آداب منظور احمد صاحب نے بیان کیے۔

دوسرے دن کے پروگرام کا آغاز بعد نماز فجر درسِ قرآن سے ہوا۔ جناب ممتاز بخت صاحب نے درس قرآن دیا۔ جس میں 115 احباب نے شرکت کی۔ بعدازاں رفقاء کی تربیتی نشست تھی جو کہ حفظ و تجوید پر مشتمل تھی۔ ناشتہ سے فراغت پر یہ ایک روزہ دعوتی و تربیتی شب بسری اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ ایک حبیب نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اسے اس پر استقامت دیں۔ (آمین)
(رپورٹ: سعید اللہ خان)

حلقہ سرحد شمالی کے ناظم تربیت کا دورہ باجوڑ ایجنسی + دیر بالا

رفقاء سے بالمشافہ گفتگو' رپورٹس' انفاق اور فعالیت کے بارے میں ناظم تربیت کا معتمد حلقہ شاہ وارث کی معیت میں تفصیلی دورہ 22 اور 23 مارچ کو باجوڑ ایجنسی کے اسروں اور تنظیم کا اور 15,14 اپریل کو تنظیم بی بیوڑ اور دیر بالا کا ہوا۔ جس کی تحریری اطلاع پہلے سے دی گئی تھی چنانچہ 22 مارچ کو حلقہ دفتر تیمرگرہ سے باجوڑ پہنچے جہاں امیر تنظیم جار جناب گل رحمان صاحب اپنے سکول الہدیٰ پبلک سکول میں انتظار کر رہے تھے۔ رفقاء سے مختلف تجاویز اور مشورے لے کر نماز مغرب پہلے مسلم باغ اسرہ پہنچے۔ نقیب اسرہ جناب محمد سعید صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ انتظار میں تھے۔ رات 11 بجے تک مختلف اُمور حلقہ قرآن رپورٹس' رابطہ وغیرہ پر بات چیت ہوئی صبح ساڑھے آٹھ بجے اُسرہ حیاتی کے نقیب جناب شیر محمد حنیف صاحب جو باجوڑ کے پسماندہ علاقہ میں رہتے ہیں اور آمد و رفت کے سہولتوں سے محروم ہیں اُن سے تبادلہ خیال میں واضح ہوا کہ موصوف درسِ قرآن کا وسیع حلقہ قائم کیے ہوئے ہیں اور مقامی علماء پر حجت تمام کر دی ہے اس کے علاوہ جنازے کے موقع پر مروجہ رسم کے مطابق جنازے کی ادائیگی سے پہلے جو تقاریر علماء کرتے ہیں وہاں بھی پہنچتے ہیں (ہمارے ہاں رواج ہے کہ لوگ جنازے کی ادائیگی سے ایک دو گھنٹہ پہلے قبرستان پہنچ جاتے ہیں اور علماء کی تقاریر سنتے ہیں) وہاں سے اجازت لے کر ساڑھے 12 بجے باجوڑ ایجنسی کے مقام پشد پہنچے جو افغانستان کے سرحد سے ملحق گاؤں ہے اُس اُسرے کے نقیب جناب غازی گل صاحب سے بمع اُن کے رفقاء ملاقات ہوئی ڈھائی بجے وہاں سے روانہ ہو کر ایک دوسرے علاقہ ماموند اُسرے پہنچے یہ علاقہ بھی بالکل افغانستان کی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں دو اسرے ماموند اور خراسان جناب یوسف جان اور حضرت نبی محسن کی نقابت میں بھرپور انداز میں دعوت کا کام کر رہے ہیں۔ دونوں نقباء بہت فعال اور رفقاء سے کام لینے والے ہیں۔ اسرہ خراسان کے نقیب جناب حضرت نبی محسن نے اپنی ذاتی کوششوں سے لائبریری قائم کی ہے اور اُس دن اس کا افتتاح ہوا اُن کی فعالیت اور دعوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی دن ان کا درس قرآن اور دعوتی بیان سے خالی نہیں ہوتا اور یہ کام مختلف مساجد اور جگہوں پر ہوتا ہے۔ رات جناب فیض الرحمٰن صاحب امیر مقامی تنظیم خار کے ساتھ گزاری اور تنظیم کے حوالے سے کافی مفید باتیں ہوئیں۔ صبح اُن سے رخصت ہو کر دو منفرد رفقاء سے ملاقات کر کے واپس 12 بجے دفتر حلقہ تیمرگرہ پہنچے۔ 14 اپریل کو بی بیوڑ اور دیر بالا تنظیم کے رفقاء سے ملاقات کے لیے روانگی ہوئی۔ راستے میں واڑی کے مقام پر شاہین ماڈل سکول کے پرنسپل جناب احسان اللہ صاحب اور دوسرے ٹیچر خورشید صاحب سے ملاقات کی دونوں تنظیم کے رفیق ہیں۔ ان کے ساتھ بھی تنظیمی امور پر مفصل گفتگو کی نماز عصر سے ایک گھنٹہ پہلے تنظیم بی بیوڑ پہنچے۔ ممتاز بخت صاحب امیر تنظیم اپنے رفقاء کے ساتھ انتظار میں تھے درس قرآن و حدیث کے بعد رفقاء کا تفصیلی تعارف ہوا اور ساتھ ہی تجاویز مانگی گئیں یہ تنظیم تین اسروں پر مشتمل ہے جس کے امیر جناب ممتاز بخت صاحب ان کی رہنمائی کر رہے ہیں رات نو بجے تک ان کے ساتھ مختلف امور پر تفصیلی گفتگو کی۔ صبح بی بیوڑ سے گاؤں اُنکار روانہ ہوئے جہاں مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر محمد ایوب صاحب سے ملاقات ہوئی موصوف تنظیم کے رفیق ہیں۔ گیارہ بجے دیر بالا پہنچے جہاں منفرد رفقاء محرم خان اور معین الدین صاحب سے تفصیلی بات چیت ہوئی۔ نماز جمعہ کے بعد تنظیم دیر بالا کے رفقاء کے ساتھ تنظیمی و دعوتی امور پر بات کی جس میں تنظیم کو دو اسروں میں تقسیم کرنے کی تجویز آئی کیونکہ 12 رفقاء ایک امیر پر بوجھ ہیں' نماز عصر کے بعد واپسی ہوئی۔ اس دورے کا یہ فائدہ ہوا کہ ہمیں براہِ راست اُن کی مشکلات سمجھنے' دعوتی کام اور رپورٹس کے حوالے سے رہنمائی اور غیر فعال رفقاء کی حوصلہ افزائی جیسے امور کا تجربہ و مشاہدہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر و استقامت دے اور سعی و عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین!
(رپورٹ: احسان الودود)

دنیا کا غم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے سب سے زیادہ فکر آخرت کی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کے اُلجھے ہوئے کاموں کو سلجھا کر اس کے دل کو تسکین دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے (یعنی دنیا کا مال و متاع جو اس کی قسمت میں لکھا ہے بغیر کسی شدید مشقت کے آسانی سے اس کے پاس پہنچ جاتا ہے) اور جو شخص دنیا کے عیش پر مر مٹنے کا فیصلہ کر چکا ہو اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کو مسلط کر دیتا ہے (یعنی وہ محسوس کرتا ہے کہ میں لوگوں کا محتاج ہوں) اور اللہ تعالیٰ اس کے سلجھے ہوئے معاملات کو پراگندہ کر کے اُلجھا دیتا ہے) اس لئے وہ سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے) اور دنیا کا رزق (زیادہ نہیں بلکہ) اسے صرف اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے۔ (رواہ ترمذی)

عالم اسلام کی خبریں

ایک روح فرسا واقعہ

پچھلے ہفتے مغربی ذرائع ابلاغ نے یہ ہولناک انکشاف کر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کر دیئے کہ گوانتاناموجیل میں قیدیوں کو بھڑکانے کے لیے امریکی تفتیش کاروں نے قرآن کریم کے نسخے پاخانوں اور غسل خانوں میں رکھ دیئے۔ رپورٹوں کے مطابق ایک قرآن مجید ٹوائلٹ میں فلش بھی کر دیا گیا۔ اس واقعہ پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے جو غم وغصہ محسوس کیا' اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اندازہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے جذبات مجروح کرنے کے لیے اس قسم کے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ امریکا دہشت گردی کے خلاف اپنی جنگ میں جو چالیں اختیار کر رہا ہے' ان پر دنیا بھر میں تنقید ہو رہی ہے۔ ابھی تک عراق میں ابوغریب جیل سکینڈل کا معاملہ اخبارات میں آ رہا ہے جہاں امریکی فوجیوں نے نہتے عراقیوں پر ظلم وتشدد کی انتہا کر دی۔ امریکا نے مسلمان قیدیوں کو ہر قسم کے حقوق سے محروم کر رکھا ہے جو انسانی حقوق اور جمہوریت کے دعوے دار اس ملک پر زوردار طمانچہ ہے۔ پوری دنیا میں امریکا سے نفرت کے خلاف اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکی حکومت کو چاہیے کہ وہ اس مخالفت کو روکنے کے لیے قدم اٹھائے ورنہ امریکی پوری دنیا میں بدنام ہو کر رہ جائیں گے۔

امریکی اخبار کا توہین آمیز کارٹون

واشنگٹن پوسٹ امریکا کا ممتاز اخبار ہے۔ یہ امریکی حکومت کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ پچھلے ہفتے اس کی ایک اشاعت میں ایسا کارٹون چھاپا گیا جس سے پاکستانیوں کے جذبات بھڑک اٹھے۔ کارٹون میں ایک امریکی فوجی دکھایا گیا جو ایک کتے سے کہہ رہا ہے کہ ابوالفراج کو گرفتار کر کے تم نے اچھا کام کیا' اب آگے بڑھو۔ اس کتے پر پاکستان لکھا ہوا تھا۔ پاکستان کو ایک کتے کے روپ میں پیش کرنا یقیناً پاکستانیوں کے لیے ذلت آمیز بات ہے۔

دوسری طرف کارٹون نگار ٹل گارنر کا موقف ہے کہ وہ پاکستانی قوم کو ذلیل کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ دراصل مغرب خصوصاً امریکی تہذیب میں کتے کو انسان کا سب سے بہترین دوست سمجھا جاتا ہے۔ میں نے کارٹون اس نقطہ نگاہ سے بنایا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان امریکا کا سب سے اچھا دوست ہے۔ مگر دونوں ممالک کی تہذیب و معاشرت مختلف ہونے کے باعث پاکستانی غلط فہمی کی بنا پر یہ سمجھے کہ کتے کی صورت میں پیش کر کے انہیں ذلیل کیا گیا ہے۔

اسرائیلی فوج کا انخلا پھر مؤخر

اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون نے غزہ پٹی اور مغربی کنارہ کے شمالی علاقوں سے اسرائیلی فوج کا انخلا پھر مؤخر کر دیا ہے۔ پچھلے ماہ اسرائیلی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ ان علاقوں سے فوج نکال لی جائے گی۔ یہ قدم فلسطینیوں کے لیے اقدام دوستی تھا مگر لگتا ہے کہ اسرائیلی حکومت اپنے اس فیصلے سے مخلص نہیں ہے۔ وہ کئی بار یہ انخلا مؤخر کر چکی ہے۔ اب ایریل شیرون کا کہنا ہے کہ 14 اگست کے بعد ہی اسرائیلی فوج درج بالا علاقے چھوڑے گی۔

افغانستان کا پہلا اسلامی ٹی وی چینل

افغانی علماء کی کونسل نے اپنا ایک اسلامی ٹی وی چینل کھولنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس طرح وہ دوسرے افغانی ٹی وی چینلوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں جو ان کے مطابق غیر اسلامی پروگرام چلا رہے ہیں۔ اس وقت افغانستان میں سرکاری ٹی وی کے علاوہ جنگی سردار اور نجی کمپنیاں چار ٹی وی چینل چلا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کیبل فراہم کرنے والے ادارے بھی بہت ہیں۔ یہ چینل مغربی فلمیں اور موسیقی کے پروگرام چلاتے ہیں۔ علماء ایسے پروگراموں کے مخالف ہیں۔

علماء کونسل کا دعویٰ ہے کہ حامد کرزئی نے انہیں مدد دینے کی ہامی بھری ہے۔ یاد رہے کہ طالبان نے اپنے دور حکومت (1994ء تا 1999ء) کے دوران ہر قسم کے ٹی وی چینل اور سینماؤں پر پابندی لگا دی تھی۔ علماء کونسل کے ترجمان' قائم الدین کا شو کا کہنا ہے ''اسلامی ٹی وی چینل کے ذریعے اسلامی پروگرام دکھائے جائیں گے تاکہ وہ افغان شہریوں کی تعلیم وتربیت میں معاون ثابت ہوں۔ سکرین پر خواتین بھی برقع میں ملبوس آ سکیں گی۔

بھارت میں مسلمانوں کی شرح پیدائش

بھارت میں اقلیتوں کے کمیشن کی تازہ رپورٹ کے مطابق بھارتی مسلمانوں میں شرح پیدائش دوسرے فرقوں کے مقابلے میں زیادہ ہے تاہم پچھلی رائے شماریوں کے حساب سے وہ کم ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر 1991ء سے 2001ء تک مسلمانوں میں شرح پیدائش 29.5 فیصد تھی جو اب کم ہو کر 21.5 فیصد رہ گئی ہے۔ 1981ء تا 1991ء میں یہ شرح 32.9 فیصد تھی۔ اس رپورٹ کے مطابق مسلمانوں میں شرح پیدائش کم ہو رہی ہے تاہم وہ اب بھی ہندوؤں' سکھوں اور عیسائیوں سے کافی زیادہ ہے' اس لیے بھارت میں مسلمانوں کی آبادی ان تینوں فرقوں کے مقابلے میں تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

فلسطین میں بلدیاتی انتخابات

فلسطینی اتھارٹی میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں حکمران جماعت الفتح نے سب سے زیادہ نشستیں جیت لی ہیں۔ اُسے کل ووٹوں میں سے 57 فیصد پڑے۔ دوسرے نمبر پر حماس رہی ہے جس نے 33 فیصد ووٹ حاصل کیے۔ یہ نتائج چونکا دینے والے ہیں کیونکہ ان سے ظاہر ہے کہ فلسطین میں لوگوں کی اکثریت الفتح کے ساتھ ہے جو اسرائیل سے گفت وشنید کے سلسلے میں اعتدال کی راہ اپنانی چاہتی ہے۔ جولائی میں فلسطین میں پارلیمانی انتخابات ہونے والے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ بہرحال بلدیاتی انتخابات جیت کر محمود عباس کے اعتماد اور قوت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

قطب مینار بھی لڑکھڑانے لگا

نئی دہلی میں قطب الدین ایبک کا تعمیر کردہ قطب مینار اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ حال ہی میں ماہرین نے انکشاف کیا ہے کہ یہ رفتہ رفتہ ٹیڑھا ہو رہا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کا دوسرا ''پیسا مینار'' بن سکتا ہے۔ بھارتی حکومت نے معاملے کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی قائم کر دی ہے۔

شام پر عائد پابندیوں میں توسیع

امریکی صدر جارج بش نے شام پر عائد پابندیوں میں توسیع کر دی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ شام دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے۔ شامی حکومت نے اس فیصلے کو امریکی اسرائیل نواز ایجنڈے کا جز قرار دیا ہے۔ یاد رہے شام اور ایران' یہ دو ایسے اسلامی ملک ہیں جنہوں نے امریکا کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا ہے۔ امریکی حکومت اس بات پر چراغ پا ہے اور اپنے حواریوں کے ساتھ دونوں ''باغیوں'' کو سبق سکھانا چاہتی ہے۔ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ بھیانک انجام کس کا ہوتا ہے۔

کویتی خواتین کو ناکامی کا سامنا

کویت میں 45 رکنی پارلیمان نے اس بل کو مسترد کر دیا ہے جس کے ذریعے کویتی خواتین کو آنے والے بلدیاتی انتخابات میں ووٹ ڈالنے اور کھڑے ہونے کا اختیار مل جانا تھا۔ یاد رہے کہ کویت کے حکمران امیر شیخ جابر الاحمد الصباح چاہتے ہیں کہ خواتین کو ووٹ دینے کا اختیار مل جائے مگر ملک میں قبائلی سردار اقتدار میں عورتوں کو شریک نہیں کرنا چاہتے اور وہ اس بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔

IONA TANZEEMI NEWS, MAY 2005

Editor's Note

It has become a painful routine these days to read, hear, and watch on our television screens the humiliation Muslims and Islam are facing. How do we respond to these unprecendented attacks on our ummah and even our basic faith?

To do nothing is not an option at all, specifically for the rufaqa of IONA. One option is of exposing these to our ummah in particular and the general populace in general. Br. Abid Ullah Jan's website is an example of such an effort. One of his write-ups is presented in this issue - we aught to read it carefully and be aware of the happenings around us. Br. Abid is doing what is within his means, and that is certainly commendable. What are we doing?

Let us remind ourselves of the hadith that says stop evil by hand, or mouth, or just consider it as evil - the last being the weakest of iman. Let us also reflect on the meaning of one of the ayahs of the Qur'an where Allah (SWT) says that *...any good or evil that befalls you is but a reflection of your deeds.* What is happening to the Muslims is therefore, a reflection of our deeds as an ummah. Our goal, as rufaqa of an organization is the establishment of Allah's (SWT) JUST DEEN, to correct the wrong in the ummah - easier said than done!!!!

To be able to correct the ummah, we need to correct ourselves in the 1st place. This clearly brings us to the conclusion that it is time each and every one of us looked at ourselves and our deeds and see if they are in accordance with Allah's (SWT) commands and ordainments. The time to correct ourselves and bring ourselves to the point of "correcting" others is NOW. We simply cannot let the enemies of Islam and Muslims to go on manipulating Muslims as well as the basics of our faith, under whatever guise. Allah (SWT) knows best.

Syed Khasimuddin

❁ ❁ ❁

آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے خود سیکھئے اور سکھایئے

گلی گلی کوچہ کوچہ دعوت دین پہنچایئے

خیر الناس من ینفع الناس بن کر اعلائے کلمۃ اللہ میں جت جایئے

سہ روزہ' ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام' حرکی تربیت حاصل کریں'

داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی وانتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے

قبول فرمائے۔ آمین!

پانچ روزہ 25 تا 29 مئی......(حلقہ پنجاب وسطی)

رفقاء احباب 24 مئی بوقت نماز مغرب دفتر حلقہ الہدیٰ لائبریری تالاب بازار ٹوبہ ٹیک سنگھ

یا لاہور مرکز گڑھی شاہو میں پہنچ جائیں لیکن اطلاع پہلے کریں۔

رابطہ فون نمبر: 0477628561 ٹوبہ: 046251175 پیر محل: 03006565622

منجانب: **شعبہ دعوت و تفریغ اوقات' تنظیم اسلامی**

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور (فون: 5833637)

کے زیر اہتمام اِس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کا انعقاد ——— 16 مئی تا 18 جون 2005ء ——— ہوگا' ان شاء اللہ

❁ اوقات: صبح 8:30 تا دوپہر 12:10 روزانہ ❁ **مضامین**

1) تجوید و ناظرہ
2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعۂ حدیث
4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP
6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

❁ کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

❁ ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 500 روپے' جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لیے زرِطعام ار ہائش 1500 روپے

ان مستحق طلبہ کے لیے جو واجبات ادا نہ کر سکتے ہوں' خصوصی رعایت کی سہولت

المعلن: پروفیسر طارق مسعود پرنسپل قرآن کالج

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 17
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

An Open letter

To President Pervez Musharraf

Hello sir. I hope my letter reaches you in the best of health. My name is Zahra Paracha. I'm twelve year old Pakistani girl living in Karachi at the moment. I know you may be busy doing your other crucial activites, but if you would knidly take a small portion of your valuable time to read my letter, I would be most grateful.

My father, Saifullah Paracha, is being held at the American prison in Guantanamo Bay,Cuba. He has been in there for 6 months now. He was first in Bagram near Kabul, Afghanistan, but then he got shifted there. He has spent a total of 21 months in both prisons. My brother, Uzair Paracha, is also being held in custody at the Metropolitan Correctional Center, New York City. My Brother is not exactly the matter I wanted to discuss with you because he is now going to have a trial in September 2005. I wanted to talk about my father to you.

My fahter has been detained on the basis of false allegations, sir. He owned an export company and they sent clothes and textiles to the US. He was a normal Pakistani businessman who owned three business in Karachi and he did nothing to prove himself wrong in any way. I don't know whether the US government is just fooling around with us or they're actually dumb, but the fact is that they have accused my father of exporting nuclear weapons to the US along with the clothes he sent. I'm just plain confused on this small allegation because if you read through a History book, you will clearly see that the world has only witnessed two nuclear bomb attakcs, and the confusing bit is that both were by America.

I'll summarize what happened to my father when he was about to be taken to Bagram. He was originally going to Bangkok for a business meeting with his business partner (who was already waiting for him at a hotel). He was reluctant on going because he was needed in Karachi for other business matters, but his partner insisted because it was a very vital meeting for their business. Finally, when he reached Bangkok on July 6th, he was literally kidnapped. Some people put a black hood on his head and cuffed his hands and legs and threw him in a car. My father is a heart patient, for Heaven's sake, can't they be careful? He had that hood on for a few days and then he was at Bagram where they took it off. I don't know about you sir, but I cried bitterly when I found out how he was taken there.

He is now officially an Al-Qaeda suspect. I'm very baffled about another thing sir, what exactly is Al-Qaeda? I don't know, my friends don't know, nobody in my family knows. I'm sure you would know because your're allowing President Bush to take the suspected Al-Qaeda members to his prisons. You're basically trying to help him. I'm sure it's a good thing to help other countries when they're in need of our help. But there's a tiny detail I think you might have overlooked upon. May be it's the fact that your own country needs you at the moment, and the country you're helping doesn't need anything except for a mother who would straighten it out with a nice beating and a good long lecture. The country your're helping is taking advantaged of you, don't you see? You're helping America as if it's your God. I have news for you sir, It's not. There's only one God and that God will surely protect us Muslims who are suffering from this War on Terror.

I just wanted to inform you about my father because his lawyer in America has told us that my father could even come out in a week if the Pakistani government takes some interest in his case. Please sir, I really want my fahter back. It's almost been two years now since he has left and you have no idea how much I love him. I love the way he used to hug me and kiss me. I hated the way I used to react to his itchy beard. Now I don't even mind if his beard is twice as thick. I would do anything at all in this world for him to return back safely to Karachi.

Just to inform you sir, I believe about 80% of Pakistan dislikes what your are doing at the moment. And who Knows? It may just increase if you help America more. I am pretty sure about one fact sir, Quaid-e-Azam would have never liked this Did you know something? Most people call you a dictator. It is a very bad insult if your ask me because they think you're some ruler who just wants to rule a certain area for the sake of power. You can still change people's opininon about yourself if you take some action right now. You could start joining up different countries to trun against the American government and as soon as you have a certain number of countries, you can tell Bush directly that you don't want to help him anymore. I know you're a in a very tough position sir, but please trust me on this decision. If you actually listen to me then your situation won't be as complicated.

I also wrote a letter to President Bush about this matter and I told him a quote which I thougth would actually make him start thinking about what he's doing and what he should do. I think this quote would also help you:

"It is better to have Public Appeal than to have World domination".

I hope my letter makes sense to you sir. This is a very improtant topic and hence I hope you will do something about it. If you are wise, I'm sure you'll do something.

I'll leave you with one thougth. How do you think your daughter would feel if she ever had to suffer through the pain and anxiety I,a twelve year old, have to go through because of a country that thinks that my sweet loving father is a terrorist?

Sincerely
Zahra Paracha
65, Khayaban-e-Mujahid
Phase 5, DHA,
Karachi